Postal Regd.No.LW/NP/63/2003 to 2005

Fortnightly

Tameer-e-Hayāt

Nadwatul- Ulama,Lucknow-226007

Vol.2, Issue No.19

Jan. -2004

R.N.I.No.UP.URD/2001/6071

ندوۃ العلماء خانہ (0522) 2740151
دفتر اہتمام 2741272
رابطہ ادب اسلامی فیکس: 2741221
شعبہ تعمیر وترقی فیکس: 2741231

Mob : 3102451

(S) : 0522-2260671
® : 0522-2267429

Mohd. Miyan Jewellers

محمد میاں جویلرس

۱۲ر کپور مارکیٹ، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ-۳

2260433

جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

گھنہ پیلیس

Whenever You See Jewellery; Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک، لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

تاج

اسلامک جنتری

دستیاب ہے۔

طلب کریں۔ قیمت۔ ۵/-

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے، پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر وغیرہ وسہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔

نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔

تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

Phone : 0522-2274606 (s)
Mobile : 0522-2008348

محمد اکرم جویلرس

Mohd. Akram

Near: Odeon Cinema, Lucknow.

Resi : 2268177
Mob: 3126122

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ر سالہ دیرینہ نام

Shop : 2000667
: 9415002532

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد، لکھنؤ

ڈیرو ایسٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala, Aminabad,Lucknow-18

چشمہ لگاؤ

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

AUTO REFRECTO METER AR-86C

مفت آنکھ کا ٹیسٹ، مفت ڈائلیشن، مفت ہائی انڈیکس، پری لینس فینسی پاور اور طب کے چشموں کا قابل اعتماد مرکز

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن اے۔ رحمن (ملیگ)

عسکری کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Editor : Shamsul Haq Nadwi,Office Ph : 2741235 (Ext) 18 Printed & Published by Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Offset Press, Tagore Marg, Lucknow-7

تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

اشاعت کے ۴۱ ویں سال

.....مگر اے خواب گاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتمِ ہستی میں تو تاباں ہے مانند نگیں
اپنی عظمت کی دلالت گاہ تھی تیری زمیں

تجھ میں راحت اس شہنشاہ معظمؐ کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوام عالم کو ملی

نام لیوا جس کے شاہنشاہ عالم کے ہوئے
جانشیں قیصر کے، وارث مسند جم کے ہوئے

آہ یثرب! دیس ہے مسلم کا تو ماویٰ ہے تو
نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو

جب تلک باقی ہے تو دنیا میں، باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہر شبنم بھی ہے

(اقبال)

۲۵ر جنوری ۲۰۰۴ء

7/-

ندوۃ العلماء کا قیام

وقت کی ایک اہم ضرورت

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے خاتمہ اور انگریزی حکومت کے قیام کے بعد پرانی بساط اٹھ رہی تھی اور نئی بساط جم رہی تھی اور اس کے مظاہر زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تھے۔ علماء اور تعلیم بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے، پرانے مدارس ختم اور ان کی جگہ جدید تعلیم کے اسکول اور کالج قائم ہو رہے تھے اور مسلمان لڑکے پرانے مدارس کو چھوڑ کر اسکولوں اور کالجوں کی طرف کھنچ رہے تھے، عیسائی مشنریوں کا جال پورے ہندوستان میں بچھا ہوا تھا، ان میں اور مسلمانوں میں مناظرے کا بازار گرم تھا، عیسائیت آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی، یورپ کے نئے خیالات سیلاب کی طرح اُمنڈتے چلے آرہے تھے، نئی تہذیب کی آب وتاب نے نگاہوں کو خیرہ کر دیا تھا اور وہ بڑی تیزی سے پرانی تہذیب کی جگہ لے رہی تھی۔

اس وقت تک مسلمانوں کی قیادت علماء کے ہاتھوں میں تھی، ان کا یہ حال تھا کہ عام علماء زیادہ تر درس وتدریس میں مصروف اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھے ہوئے تھے، خواص تقلید وعدم تقلید، قرأت فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر اور رفع یدین کے جھگڑوں میں ایسے مبتلا تھے کہ مناظرے سے گذر کر جنگ وجدال تک نوبت پہونچ گئی تھی، خدا کا گھر کشتی کا اکھاڑہ اور لڑائی کے میدان بن گئے تھے۔ ایک دوسرے کی تکفیر اور تفسیق علماء کا محبوب مشغلہ تھا، مدارس کا پرانا نصاب اور فرسودہ طریقۂ تعلیم بالکل ناکارہ ہو چکا تھا، اور ایسے علماء پیدا کرنے سے قاصر تھا جو نئے حالات میں صحیح رہنمائی کر سکیں اور یہ خطرہ بالکل سامنے آگیا تھا کہ اگر ان نئے حالات کا مقابلہ نہ کیا گیا تو جدید علوم اور مغربی تہذیب کا سیلاب مسلمانوں کو بہالے جائے گا۔

گو عام علماء ان خطرات اور نئے حالات اور ان کی ضروریات سے بے خبر تھے، لیکن صاحب نظر طبقہ کو اس کا پورا احساس تھا، چنانچہ ۱۸۹۲ء میں مدرسہ فیض عام کانپور کی دستار بندی کے موقع پر، جب کہ ہندوستان کے چوٹی کے علماء کا اجتماع تھا، ان حالات پر غور کرنے اور ان کی اصلاح کے لئے ندوۃ العلماء کے نام سے ایک مجلس قائم ہوئی اور مولانا محمد علی مونگیریؒ اس کے ناظم مقرر ہوئے، اور ۱۸۹۴ء میں مدرسہ فیض عام ہی میں اس مجلس کا پہلا جلسہ ہوا جس میں ہر مسلک ومشرب کے علماء نے شرکت کی۔

۱۸۹۶ء میں بانس بریلی کے اجلاس میں مجلس ندوۃ العلماء کے تخیل کے مطابق ایک درس گاہ کے قیام کی تجویز منظور ہوئی، ۱۸۹۸ء میں لکھنؤ میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے نام سے یہ درس گاہ قائم ہوگئی۔

مولانا محمد علی مونگیریؒ جو مجلس ندوۃ العلماء کے ناظم تھے اس کے ناظم اور مولانا حکیم سید عبد الحیؒ مدرگار ناظم مقرر ہوئے۔

(علامہ سید سلیمان ندویؒ)

۲۵ر جنوری ۲۰۰۱ء

تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ اشاعت کے اغراض

جلد نمبر ۶-۱۱ ۲۵ر جنوری ۲۰۰۱ء مطابق ۲ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ شمارہ ۶-۱

زیر سرپرستی:
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:
حضرت مولانا عبد اللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام
مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر
امین الدین شجاع الدین

معاون
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
• مولانا نذر الحفیظ ندوی • مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
• مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

زر تعاون
سالانہ -/۱۵۰ فی شمارہ -/۷
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک -/۳۵ر ڈالر
• ڈرافٹ میر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayaat
Post Box No. 93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007
فون (دفتر) 2740151 مہمان خانہ 2741235 (Ext)18
Website : www.nadwatululama.org
e-mail : Nadwa@sancharnet.in
thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین (مندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر انعام حسین نے پارکیا انٹیپ پرنٹنگ پریس، نیگور ماگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت واشاعت ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

نور بصیرت

ماحول سازی میں عملی نمونوں کا کردار

حدیث شریف میں حکم آتا ہے کہ تم میں سے کوئی اگر برا کام دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اس میں تغیر لائے، اگر ایسا نہ کر سکتا ہو تو اپنی زبان سے اس میں تغیر لائے اور اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اپنے دل سے ایسا کرے اور یہ کمزور ایمان کا درجہ ہے۔ مثلاً بری بات دیکھنے والا اگر باپ ہے تو وہ ہاتھ سے یعنی سختی سے اس کو بدلوا سکتا ہے، اگر برابر کا ہے یا جیسا کہ ساتھی دوست ہوتا ہے۔ تو اپنی زبان سے اس کو بدلوا سکتا ہے، اور اگر چھوٹا اور کمزور ہے، کہہ بھی نہیں سکتا، تو اپنے دل میں یہ خیال رکھے کہ برا کام ہو رہا ہے۔ تاکہ جب بھی اس کو اس سے زیادہ کا موقع ملے تو اسے زیادہ کر سکے۔ یہ اہتمام جب بھی کسی ماحول میں رائج ہوگا وہ ماحول یقین اچھا بنے گا۔ اور جب ماحول اچھا ہوگا تو اس ماحول کے رہنے والے اس سے متاثر ہو کر خیر وصلاح کی زندگی کو اپنائیں گے اور اچھے بن سکیں گے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں اس کی مثالیں جگہ جگہ ملتی ہیں اور اب بھی باوجود یکہ دنیا میں انسانیت اور حق وصداقت کی قدروں سے انحراف بہت عام ہو چکا ہے، جگہ جگہ مسلمانوں میں اچھے ماحول کے نمونے ملیں گے، اور اچھے ماحول کے پورے نمونے جہاں نہیں ملیں گے، وہاں اچھی سیرت وکردار کے اشخاص ملیں گے جنھوں نے اپنے محدود ماحول یعنی اپنے گھر کے اندر ہی اچھے ماحول کا نمونہ قائم کر رکھا ہوگا۔ یہی نمونے ہیں جنہوں نے برابر دین صحیح کی اعلیٰ قدروں کو جگہ جگہ برقرار رکھا ہے اور انکی بنا پر اسلام زندہ ہے۔ جبکہ دوسرے تمام مذاہب اپنی اصل خوبیوں اور نمونوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس میں اصلاً اسلام کی کتاب ہدایت قرآن مجید کے اثر کو دخل ہے۔ پھر حدیث شریف کی رہنمائی کارفرما ہے جو برابر متوجہ کرتی اور جذبہ بیدار کرتی رہتی ہے۔ اور رہنمائی حق کے یہ دونوں ذریعے اللہ کی طرف سے محفوظ رکھے گئے ہیں، ان میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے لیکن دونوں کی عظیم رہنمائی کے باوجود جب تک ان کی تعلیمات کو افراد کی زندگی کے نشیب وفراز میں اتارا اور پیش نہیں کیا جاتا اور ان کا ماحول نہیں بنایا جاتا ان کا پورا اثر نہیں پڑتا، ہم کو ضرورت ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں جاری کر کے اس کا ماحول بنائیں اسی سے مسلمانوں میں ان کا دین جاری وساری ہوتا رہے گا۔ اور ان کے جاری وساری ہونے میں کمی ہوئی تو اس کے نتیجہ میں دین صحیح کے جاری وساری ہونے میں کمی ہوگی۔

(حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ)

نوٹ: زیر نظر شمارہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے، راقم کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰ر روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نور بصیرت

- ماحول سازی میں عملی نمونوں کا کردار ——— حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ——— ۱

اداریہ

- تقویم ہجری کا نیا سال ——— مولانا عبداللہ عباس ندوی ——— ۳

فہم قرآن

- اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور لہو۔۔۔۔۔ ——— حضرت شیخ الہندؒ ——— ۴

زیارت حرمین شریفین: تاثرات و کیفیات

- امت کے وفود آقا کے حضور میں ——— حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ——— ۵
- کعبہ مقصود ——— ڈاکٹر شعیب اعظمی ——— ۶
- سرکار دوعالم کے دربار میں ——— // ——— ۹
- آئے ہیں مکہ میں باہر سے مسافر لاکھوں ——— حضرت داغ دہلوی ——— ۸
- تمنا ——— صوفی عبدالرب صاحب ——— ۱۰

فکر و آگہی

- دل کی دنیا کو آباد کیجئے ——— مولانا سعید احمد خاں صاحب ——— ۱۱
- احکام شریعت اور مقاصد و مصالح ——— مولانا عتیق احمد قاسمی ——— ۱۴
- حالات بدل سکتے ہیں ——— ڈاکٹر محسن عثمانی ——— ۱۸
- الفاظ کا مطالعہ ——— ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم ——— ۲۰
- عہد رسالت اور تعلیم کی ترویج و اشاعت ——— ڈاکٹر محمد حمید اللہ ——— ۲۲

عید الاضحیٰ

- خوشی کے لمحات میں اسوۂ نبوی ——— مولانا عبداللہ عباس ندوی ——— ۲۴
- قربانی کے مسائل ——— حضرت تھانویؒ ——— ۲۶
- قربانی کی معنوی کیفیت ——— مولانا محمد الحسنیؒ ——— ۲۸

وفیات

- شاہ محمد رضوان اللہ قادری ——— ادارہ ——— ۲۹
- شیخ محمد نور عبدالقادر نورولی ——— // ——— ۲۹

روداد سفر

- شمالی گجرات میں چند دن ——— مولانا نذر الحفیظ ندوی ——— ۳۰

پیش رفت و متفرقات

- رابطہ ادب اسلامی دہلی کا ایک اہم مذاکرہ ——— ڈاکٹر شفیق احمد خاں ندوی ——— ۱۳
- ندوۃ العلماء پر ایک اور پی ایچ ڈی ——— ادارہ ——— ۱۳
- عالمی خبریں ——— ڈاکٹر سید معید اشرف ندوی ——— ۳۲

اداریہ

تقویم ہجری کا نیا سال

(مولانا) عبداللہ عباس ندوی، مکہ مکرمہ

دُنیا کے بہت سے مسائل ناقابل حل ہیں۔ کچھ ایسی گتھیاں بھی ہیں جن کا سرا نہیں ملتا۔ اس میں سے ایک موضوع یہ ہے کہ مسلمان نام کی قوم دُنیا میں زندہ کیوں کر ہے۔ اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ اسلام کی حقانیت کی دلیل کیا ہے تو شاید میں اس سے زیادہ نہ کہہ سکوں کہ اس کا وجود اس کی حقانیت کو بتا رہا ہے، ورنہ غور کیجئے کہ ادھر پیغمبر انسانیت، سرور کائنات، رسالت پناہ ﷺ کی آنکھ بند ہوئی ادھر ارتداد کے فتنہ نے سر اٹھایا، اسلام کے خلاف بغاوت تھی اور اتنی منظم ہمہ جہتی بغاوت کہ اسلام کا روئے زمین پر باقی رہ جانا ہی اسلام کا معجزہ ہے۔ آج ایک ہزار چار سو چوبیس سال مکمل ہوئے۔ کسی تاریخ کا مطالعہ کیجئے، کسی انسائیکلو پیڈیا کی ان بحثوں کو پڑھ ڈالئے جن کا تعلق صلیبی جنگوں سے ہے یا مغلوں کے حملہ سے ہے یا تاتاریوں کے تاراج کردہ علاقوں سے ہے تو اندازہ ہوگا کہ روئے زمین پر تاریخ کے کسی دور میں اور کسی مذہب پر اتنی افتاد نہیں پڑی، جس قدر اسلام اور مسلمانوں پر پڑی ہے۔ ایک طرف اسلام کے خلاف معرکہ آرائی، خون مسلم کی ارزانی، قتل و غارت کی کہانی، تاریخ کی زبانی جب چاہیں اپنے حسب استعداد دیکھ سکتے ہیں۔ دوسری طرف علمی میدان میں دیکھئے تو قرآن کو باطل بتانے کے لیے کس کس بہانے سے اور کس کس طریقے سے حملے ہوتے ہیں، اس کی ایک جھلک بھی آپ دیکھیں تو دنگ رہ جائیں۔ فلسطین اور معان قسطنطنیہ پھر مالٹا جہاں جہاں عربی زبان نے اپنا سکہ جمایا وہاں اس کی توڑ کے لیے ایک نہیں درجنوں تحریکیں اٹھیں اور لطف یہ کہ کوئی زمانہ خالی نہیں جاتا جس میں علمی اور تاریخی گوشوں سے اسلام اور قرآن کے خلاف اور رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے خلاف کتابیں نہ لکھی جاتی ہوں۔ یونیورسٹی کے علمی پیمانوں اور ان کے فرضی فارمولوں پر تولا نہ جاتا ہو۔ دُنیا میں تو اور بھی مذہب ہیں مگر کسی مذہب یا اس مذہب کے ماننے والوں کے خلاف دُنیا کی طاقتیں نبرد آزما نہ ہوتی ہوں گی کوئی زمانہ خالی نہیں جاتا کہ قرآن کریم کا نیا ترجمہ نہ نکلتا ہو اور ترجمہ تو نام کا ہے مقصد ایک دیوار کھڑی کرنا ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمانداری اور جرأت کے ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کیا ہے یہ نام نہاد ترجمے ان کو قرآن کے قریب بھی جانے نہیں دینا چاہتے یہ خود وسیع موضوع ہے جس پر پہلے بھی لکھا جا چکا ہے لیکن یہاں جو اس سے زیادہ اہم اور خطرناک صورتحال ہے کہ یہودی ذہنیت، نصرانی سازش اور مسلم دشمن عناصر نے مل کر مسلمانوں کو دُنیا بھی میں بدنام اور رسوا کرنے کی سازش کی ہے، وہ سازش کامیاب نظر آرہی ہے۔ یہ جہنمی آگ کے تین شعبے ہیں جن سے آگ کے شعلے اس طرح نکل رہے ہیں گویا کہ وہ بڑے بڑے محل ہیں اور یہ زوردار آندھیاں اونٹ کے رنگ کے سامنے کھڑی ہیں۔

إِنطَلِقُوٓاْ إِلَىٰ ظِلٍّ ذِي ثَلَٰثِ شُعَبٍ ، لَّا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ، إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ، كَأَنَّهُۥ جِمَٰلَتٌ صُفْرٌ

(سورہ المرسلت: ۳۰۔۳۳)

(چلو تم تین شاخوں والے سائبان کی طرف جس میں نہ سایہ ہے اور نہ شورش سے بچاتا ہے، وہ انگارے برسائے گا، جیسے بڑے بڑے محل گویا وہ زرد زرد اونٹ ہوں)

ہمارے اعمال نے جہنم میں پیش آنے والا منظر دُنیا میں دکھا دیا ہے لیکن اس کے ساتھ اس حقیقت کو بھی نہیں بھول سکتے کہ یہ مصیبت ہمارے لئے نئی نہیں ہے ہم اس سے نمٹتے آئے ہیں اور نمٹتے رہیں گے۔ انشاء اللہ۔ اور یہ پروپیگنڈہ کی آگ اور اس سے نکلنے والے شعلے ہمیں ہوشیار کر رہے ہیں کہ مذہب بغیر اپنی تعلیمات کے ایک فلسفہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اور اسلامی تعلیم کا کوئی نکتہ ایسا نہیں ہے جو عمل کی دعوت نہ دیتا ہو۔

فہم قرآن

اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت نہ ان کا لہو۔۔۔۔

(سورۃ الحج آیت/۳۴ تا ۳۸)

أعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''اور ہر امت کے واسطے ہم نے مقرر کر دی ہے قربانی کہ یاد کریں اللہ کے نام ذبح پر چوپایوں کے جوان کو (اللہ نے دیے) سو اللہ تمہارا ایک اللہ ہے سو اسی کے حکم میں رہو(۱) اور بشارت سنا دے عاجزی کرنے والوں کو(۲) وہ کہ جب نام لیجئے اللہ کا ڈر جائیں ان کے دل اوپر پڑنے والے اس کو جو ان پر پڑے(۳) اور قائم رکھنے والے نماز کے اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں(۴) اور کعبہ کے چڑھانے کے اونٹ ٹھہرائے ہیں ہم نے تمہارے واسطے نشانی اللہ کے نام کی تمہارے واسطے اس میں بھلائی ہے سو پڑھو ان پر نام اللہ کا قطار باندھ کر پھر جب گر پڑے ان کی کروٹ، تو کھاؤ اس میں سے(۵) اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے کو اور بیقراری کرتے کو(۶) اسی طرح تمہارے بس میں کر دیا ہم نے ان جانوروں کو تا کہ تم احسان مانو(۷) اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا لہو لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب(۸) اسی طرح ان کو بس میں کر دیا تمہارے کہ اللہ کی بڑائی پڑھو اس بات پر کہ تم کو راہ بھجائی اور بشارت سنا دے نیکی والوں کو(۹) اللہ دشمنوں کو ہٹا دیگا ایمان والوں سے(۱۰) اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی دغاباز ناشکر(۱۱)۔''

●●●

حواشی

(۱) یعنی اللہ کی نیاز کے طور پر مویشی قربان کرنا ہر دین سماوی میں عبادت قرار دی گئی ہے، اگر یہ عبادت غیر اللہ کی نیاز کے طور پر کرو گے تو شرک ہو جائے گا جس سے بہت پرہیز کرنا چاہئے، موحد کا کام یہ ہے کہ قربانی اکیلے اسی خدا کے لئے کرے جس کے نام پر قربان کرنے کا تمام شرائع میں حکم رہا ہے، اس کے حکم سے باہر نہ ہو۔

(۲) یعنی ان لوگوں کو رضائے الٰہی کی بشارت سنا دیجئے جو صرف اسی ایک خدا کا حکم مانتے ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں اسی پر ان کا دل جمتا ہے اور اسی کے جلال و جبروت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

(۳) یعنی مصائب و شدائد کو صبر و استقلال سے برداشت کریں، کوئی سختی اٹھا کر راہ حق سے قدم نہ ڈگمگائے۔

(۴) بیت اللہ تک پہنچنے میں بہت مصائب و شدائد پیش آتے ہیں، سفر میں اکثر نمازوں کے فوت ہونے یا قضا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، مال بھی کافی خرچ کرنا پڑتا ہے، شاید اسی مناسبت سے ان اوصاف و خصال کا یہاں ذکر فرمایا۔

(۵) پہلے مطلق شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم تھا، اب تصریحاً بتلا دیا کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں، جن کی ذوات میں اور جن کو ادب کے ساتھ قربان کرنے میں تمہارے لئے بہت سی دنیوی اور اخروی بھلائیاں ہیں تو عام ضابطہ کے موافق چاہئے کہ اللہ کا نام پاک لے کر ان کو ذبح کرو، بالخصوص اونٹ کے ذبح کا بہترین طریقہ نحر ہے کہ اس کو قبلہ رخ کھڑا کر کے اور ایک ہاتھ داہنا یا بایاں باندھ کر سینہ پر زخم لگائیں جب سارا خون نکل چکا وہ گر پڑا تب ٹکڑے کر کے استعمال کریں اور بہت اونٹ ہوں تو قطار باندھ کر کھڑا کر لیں۔

(۶) یعتاج کی دو قسمیں بتلائیں، ایک جو صبر سے بیٹھا ہے، سوال نہیں کرتا تھوڑا مل جائے تو اسی پر قناعت کرتا ہے دوسرا جو بے قرار ہو کر سوال کرتا پھرتا ہے کچھ مل جائے تب بھی قرار نہیں۔ (۷) یعنی ایسے بڑے بڑے جانور جو قد و جثہ میں اور قوت میں کہیں زیادہ ہیں تمہارے قبضہ میں کر دیئے کہ تم ان سے طرح طرح کی خدمات لیتے ہو اور کیسی آسانی سے ذبح بھی کر لیتے ہو، یہ خدا کا بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ شرک کر کے الٹی ناشکری کرو۔

(۸) اس میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان فرمایا، یعنی جانور کو ذبح کر کے محض گوشت کھانے کھلانے یا اس کا خون گرانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے، نہ یہ گوشت اور خون اٹھ کر اس کی بارگاہ تک پہنچتا ہے اس کے یہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوش دلی اور جوش محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اس کے نام پر اس کے بیت کے پاس لے جا کر قربان کی، گویا اس قربانی کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہیں، بس یہ ہی وہ تقویٰ ہے جس کا ذکر ''ولکن یناله التقوی منکم'' میں کیا گیا تھا، اور جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

(۹) یعنی ''بسم اللہ اللہ اکبر اللھم لک ومنک'' کہہ کر ذبح کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنی محبت و عبودیت کے اظہار کی کیسی اچھی راہ بجھا دی، اور ایک جانور کی قربانی کو گویا خود تمہاری جان قربان کرنے کے قائم مقام بنا دیا۔

(۱۰) ''ان الذین کفروا ویصدون عن سبیل اللہ والمسجد الحرام'' میں ان کفار کا ذکر تھا جو مسلمانوں کو حرم شریف کی زیارت اور حج و عمرہ وغیرہ سے روکتے تھے درمیان میں مسجد حرام اور اس کے متعلقات کی تعظیم و ادب کے احکام بیان فرمائے۔ اب پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے، یعنی مسلمان مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ عنقریب دشمنوں سے انکا راستہ صاف کر دے گا، مسجد حرام تک پہنچنے اور اس کے متعلق احکام کی تعمیل کرنے میں کوئی مخالفانہ رکاوٹ باقی نہ رہے گی، بے خوف و خطر حج و عمرہ ادا کریں گے، گویا ''وبشر المحسنین'' میں جو بشارت دینے کا امر تھا اس کا ایک فرد یہ خوشخبری ہوئی۔

(۱۱) یعنی دغاباز ناشکر گذاروں کو اگر ایک خاص میعاد تک مہلت دی جائے تو یہ مت خیال کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش آتے ہیں، یہ مہلت بعض مصالح اور حکمتوں کی بناء پر ہے، آخری انجام یہی ہونا ہے کہ اہل حق غالب ہوں اور باطل پرستوں کو راستہ سے چھانٹ دیا جائے۔

☆☆☆

نذرانۂ عقیدت

اُمت کے وفود آقا کے حضور میں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

مؤرخین اور مصنفین کو خدا معاف کرے، مقدس سے مقدس مقامات اور افضل سے افضل اوقات میں بھی تاریخی ذوق اور طرز فکر ان کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور وہ چند لمحات کے لئے بھی اس سے آزاد نہیں ہو پاتے وہ جہاں بھی ہوتے ہیں اپنے علم وفن کے مطالعہ کی فضا میں سانس لیتے ہیں اور حال کا رشتہ ہمیشہ ماضی سے جوڑنا چاہتے ہیں، مناظر کو دیکھ کر ان کا ذہن بہت جلد اس تاریخی منظر کی تلاش میں نکل جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں ان مناظر کا وجود اور نمود ہے۔

میں کل مسجد نبوی میں روضہ جنت میں بیٹھا ہوا تھا، میرے چاروں طرف نمازیوں اور عبادت گزاروں کا مجمع تھا، ان میں کچھ لوگ، سجدے میں تھے، اور کچھ رکوع میں، تلاوت قرآن کی آوازیں فضا میں اس طرح گونج رہی تھیں جس طرح شہد کی مکھیاں اپنے چھتہ میں بھنبھنا رہی ہوں اس وقت کا سماں کچھ ایسا تھا کہ مجھے تاریخ اور تاریخی شخصیات کو تھوڑی دیر کے لئے فراموش کر دینا چاہئے تھا، لیکن تاریخ کی قدیم یادیں بادلوں کی طرح میرے دل و دماغ پر چھا گئیں اور میرا ان پر کوئی زور نہ چل سکا۔

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس امت کے بعض نامور شخصیتوں اور رہنماؤں کو ایک نئی زندگی عطا کی گئی ہے اور وہ وفود کی شکل میں یکے بعد دیگرے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو رہے ہیں اور اسی عظیم مسجد میں فریضہ نماز ادا کرنے کے بعد اسی عظیم نبی ﷺ کو ہدیہ سلام و خراج عقیدت و محبت پیش کر رہے ہیں اور آپؐ کے احسان کا اعتراف کر رہے ہیں اور باوجود اس کے کہ وہ مختلف زمانوں، مقامات اور طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں سب یک زبان ہو کر اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ آپ ہی وہ نبیؐ ہیں جنہوں نے اللہ کے حکم سے ان کو ظلمت سے روشنی کی طرف اور مذاہب کے ظلم و استبداد سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف اور دنیا کی تنگی سے اس کی کشادگی کی طرف منتقل کیا، وہ اعتراف کر رہے ہیں کہ وہ اسلام ہی کی پیداوار ہیں اور ان کا سارا وجود اور زندگی نبوت کی مرہون منت ہے، اگر خدانخواستہ ان سے وہ سب واپس لے لیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نبیؐ کے ذریعہ عطا کیا تھا اور نبوت کے دیئے عطیے ان سے چھین لئے جائیں جنہوں نے دنیا میں ان کو عزت و سرفرازی بخشی تھی تو ان کی حیثیت ایک بے مقصد خطوط و اشکال سے زیادہ نہ رہ جائے گی اور وہ تاریخ کے اس تاریک ترین عہد کی طرف واپس چلے جائیں گے جہاں جنگل کے قانون اور ظلم و استبداد کا دور دورہ تھا اور موجودہ تہذیب و تمدن کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔

اچانک میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی، میں نے دیکھا کہ باب جبریل سے (جو مجھ سے زیادہ قریب تھا) ایک جماعت داخل ہو رہی ہے سکون و وقار میں ڈوبے ہوئے لوگ! ان کی پیشانی سے علم کا نور اور ذہانت کا وفور صاف عیاں تھا، وہ باب الرحمۃ اور باب جبریل کے درمیانی حصہ میں پھیل گئے، وہ اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ ان کے شمار کا کوئی سوال نہیں تھا، میں نے دربان سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ اس امت کے امام اور رہنما، انسانیت کے محسن اور نوع انسانی کے ممتاز اور قابل فخر نمونہ ہیں، ان میں سے ہر ایک پوری پوری قوم کا امام، پورے کتب خانہ اور مکتب فکر کا بانی اور مؤسس، پوری نسل کا مربی اور مستقل علوم و فنون کا موجد ہے، ان کے لازوال آثار اور لافانی شاہکار اور نمونے آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں، ان کے علماء کے اجتہاد اور تحقیق کی روشنی میں کئی کئی نسلوں نے سفر زندگی طے کیا ہے، اس نے عجلت کے ساتھ چند ہستیوں کے نام بھی مجھے بتا دیئے، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، لیث بن سعد مصریؒ، امام اوزاعیؒ، امام بخاریؒ، اور امام مسلمؒ، تقی الدین تیمیہؒ، ابن قدامہؒ، ابواسحاق الشاطبیؒ، کمال ابن ہمامؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ، اگرچہ ان شخصیتوں میں اپنے زمانہ اور اپنے ملک و وطن اور اپنی دینی حیثیتوں اور مراتب کا فرق تھا، لیکن ان سب نے اس موقع پر بارگاہ نبویؐ میں خراج عقیدت پیش کیا اور اشک ندامت نذر کئے۔

میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے انہوں نے تحیۃ المسجد کا دوگانہ بہت خشوع و خضوع اور حضوری قلب کے ساتھ ادا کیا، پھر ادب اور تواضع کے ساتھ مرقد مبارک کی طرف بڑھے اور بہت نپے تلے، مختصر، معانی سے لبریز، گہرے اور پر مغز کلمات کے ساتھ سلام پیش کیا، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی آواز اس وقت بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے، ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور آواز میں رقت، وہ کہہ رہے تھے:۔

''یارسول اللہ! اگر آپ کی لازوال، وسیع اور جامع، عادلانہ اور کشادہ شریعت نہ ہوتی اور اس کے اصول نہ ہوتے جن سے انسانی ذہن اور انسانی صلاحیت سے نئے نئے گل بوٹے پیدا کئے اور دنیا کا دامن بیش قیمت اور عطر بیز پھولوں سے بھر دیا ہوتا جس نے انسانی فکر و تدبر اور اخذ اور اس کا وہ حکیمانہ اور معجزانہ نظام استنباط کی صلاحیت کو پیدا کر دیا، اور اور اگر وہ انسانیت کی ایک اہم ضرورت نہ ہوتی (باقی ص ۲۸ پر)

تاثرات وکیفیات

کعبہ مقصود

(سفرنامۂ حج کا ایک باب)

ڈاکٹر محمد شعیب غلطی

انسان بھی کیا نادان ہے۔ منزل کے قریب ہو کر بھی پوچھتا ہے کہ کوئے یار کا راستہ کون سا ہے؟ دو ہو کر بھی پوچھتا ہے کہ کوئے یار کا راستہ کون سا ہے؟ دو ایک ہندنژاد، حرم سے واپس آنے والوں میں سے پوچھا۔ جواب ملا، بس چند قدموں پر ہے اور پھر تلبیہ کے ساتھ ساتھ دل کی زبان سے حسرت موہانی کا شعر اک خلش ہوتی ہے محسوس رگِ جاں کے قریب آن پہنچے ہیں مگر منزل جاناں کے قریب

پڑھتے پڑھتے ایک طرف سے مڑے ہی تھے کہ منزل جاناں سامنے تھی۔ کعبہ مقصود اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ جلوہ فگن تھا۔ ؎

یارب این کعبہ مقصود تماشا گہ کیست
کہ مغیلان طریقش گل و نسرین منست

سبحان اللہ ! کیا تجوبۂ روزگار منظر تھا۔ منارے، محرابیں، در و دیوار کی نقاشی اور سحر طرازی، زمین و آسمان کو ایک کئے ہوئے فرش سے عرش تک کی وسعتوں کو سمیٹے، اس زمان و مکان کے فاصلوں کو ہیچ بناتے ہوئے، دنیا کے بت کدے میں خدا کے پہلے گھر اور مظہر ذوالجلال والاکرام پر نظر پڑی تو امیر خسرو کا معروف شعر زبان پر تھا۔ ؎

این توئی یا بخواب می بینم
یا بشب آفتاب می بینم

تین بار کلمہ لاالٰہ الا اللہ پڑھنے، کتابوں اور احباب کی ہدایت کے مطابق ایک نوجوان کی رہنمائی میں باب عبدالعزیز کے سامنے ختم ہوتے، باب الصفا اور باب المروہ کے فاصلے کا دور سے نظارہ کرتے باب علی سے گزر کر باب عبدالسلام کی عظمت اور تقدیس کے سامنے کورنش بجالاتے اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك کا وظیفہ پڑھتے اندر داخل ہوئے۔ اللہ اللہ کیا منظر تھا، کیا مظاہر تھے، کیا جلوہ گری تھی، خالق دو جہاں کی بارگاہ میں پہنچنے کے لئے اس کے نائبین نے صناعی، کاری گری کے کیسے کیسے نادر الوجود نمونے منصۂ شہود پر لادیے کہ لات وہبل، منات وعزی کی ساری زرق برق اطلسی اور طلائی آرائش حرف باطل کی طرح مٹ گئی تھی۔ اس حیرت زدگی میں غالب کے شعر نے:

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ
طوطی کو ہر طرف سے مقابل ہے آئینہ

چونکایا مختلف زینے طے کرتے، عثمانیوں اور شاہان سعود کے تعمیر کردہ ایوانوں اور دالانوں کی مسافت طے کرتے، دل میں دعائیں پڑھتے زبان سے دہراتے، دور کے پس منظر میں ممتاز مفتی کی لبیک، شورش کاشمیری کی شب جائے کہ من بودم، اور میاں کی اثر یاتلے کی منظر نگاری اور عقیدت بھرتے، انشائیہ کلمات کو ذہن میں سموتے حیران و ششدر نگاہ اٹھائی تو وہی کا شانہ سرتاپا سیاہ پوش نظر آیا، جس کا تصور بچپن کے شعور کے ساتھ نمازوں کے رکوع وسجود میں کیوں اور کس لئے، کس کے لئے مسجد کا رخ کرتے تھے۔ قرآن میں، والدین کی نصیحتوں میں، مکتب میں، اساتذہ کی تدریس میں، علماء کی تقریروں میں، حج بیت اللہ سے سرشار حاجی صاحبان کی گفتگو میں دادی، والدہ، والد مرحومین کی عینی شہادتوں کے بیان میں اور کتابوں کے ذریعہ پڑھا تھا۔ وہ آج اپنی آنکھوں کے سامنے تھا۔ حج کی نیت کے ساتھ ہی خانہ خدا کو دیکھنے کی کیسی کیسی آرزوئیں کی تھی، کیسے کیسے حوصلے کیے تھے اور آج جب اس آفتاب عشق کا سامنا ہوا تو بے خودی اور سرشاری کا عجیب عالم تھا۔ ہر لحہ نگاہ بھر کر دیکھنے کی ہوس کو حسرت کے شعر کے مطابق:

دل میں کیا کیا ہوس دید بڑھائی نہ گئی
سامنے اُن کے مگر آنکھ ملائی نہ گئی

عجیب کش مکش کا عالم تھا۔ شوق پر شرمی قدغن تھی، کہیں سے غالب نقاب لگا کر اپنا شعر سنا رہے تھے:

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ میں منہ چھپائے کیوں

لیکن کتابوں میں پڑھی ہوئی نصیحت اور لوگوں کی حتمی تاکید یاد آئی تو شکیل بدایونی اپنا شعر سناتے دکھائی دیے:

جو نقاب رُخ الٹ دی تو یہ قید بھی لگا دی
اُٹھے ہر نگاہ لیکن کوئی بام تک نہ پہنچے

احترام کا تقاضا تھا۔ جلال و جمال کے سیاہ پوش سراپا کے سامنے آنکھ اُٹھانے کی جرأت کسے تھی کہ ہم کو ہوتی۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کے کلمات خود بخود ادا ہوتے رہے، ایک گہری سانس کے ساتھ مطاف کی طرف قدم بڑھے اور اللّٰھم انی أرید طواف بیتکم الحرام فیسرہ لی وتقبلہ منی سبعة اشواط لله تعالی عزو جل پڑھتے بیوی کا ہاتھ پکڑے داہنی سمت روانہ ہوئے اور حجر اسود سے پہلے ہی واقع کتھئی رنگ کی پٹی سے ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار کی آیت بلند آواز سے پڑھتے بہت معمولی سے مجمع کے ساتھ آواز میں آواز ملاتے حجر اسود کو بالکل قریب سے دیکھنے اور دل و دیدہ روشن کرنے کا موقع ملا، مگر میرے حصہ میں استلام ہی آیا، جب کہ بیوی نے اسے چھوا، بوسہ دیا اور میں بقول حافظ:

ہر کس دید روئی تو بوسید چشم من
کاری کہ کرد دیدہ من لبی بصر نکرد

جوش اشتیاق میں وہ خاص دعائیں بھی بھولی جاتی تھیں جن کا اہتمام روانگی سے قبل تھا۔ پہلے تین چکروں میں رمل کیا، مگر میں اکڑ اکڑ کر سینہ تانے ہوئے چلنے میں ناکام رہا، پھر بھی بیوی کی ہم راہی اور دست گیری میں تیزی ضرور تھی اور اس طرح بقیہ چکروں میں

ترتیب قائم رہی۔ ہر چکر میں ملتزم، مقام ابراہیم، حطیم اور مذاب آتے رہے اور ملتزم پر جو کچھ مانگنا تھا، مانگا۔ رکن یمانی تک جاتے جاتے جہاں تک ممکن ہو سکا، غلاف کعبہ چھونے، آنکھوں سے لگانے کا عمل جاری رہا، حطیم میں دو رکعت نماز ادا کی، دعا کی، میزاب رحمت کے سائے میں آکر ہزار منت وسماجت سے عاجزی سے بلکر ارد عا مانگی۔

طواف کی گردش میں بار بار مقام ابراہیم کے پاس سے ہر بار اُسے دیکھنے کا موقع ملا اور آخری چکر کے بعد حسب روایت اور ہدایت یا منا ہی کے باوجود شیشہ میں مقید مقام ابراہیم کو دونوں ہاتھوں سے تھام اس ٹکڑے کو بصد شوق دیکھا جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس ازلی اور ابدی عبادت گاہ کی تعمیر کی تھی۔ بہت ہی قریب بیٹھ کر دو رکعت پڑھنے کا شرف حاصل کیا اور زم زم کی طرف بڑھے۔

فیھا عین جاریہ، اکواب موضوعة، ونمارق مصفوفة، جیسی بہت سی قرآنی آیات کو زبان دل سے پڑھتے، جنت ارضی کو دیکھتے مردوں کے حصہ سے سخت مشکل سے گزر کر زینے طے کئے۔ ہاتھ، سر، آنکھیں، چہرہ اور احرام کو حتی کہ سراپا کو تر کیا اور نہ جانے کس صدیوں کی تشنگی دور کی اور گناہوں کی تپش اس مقدس اور تاریخی پانی سے سردی میں بدلی تو اس وادی غیر ذی زرع میں حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ کی مساعی توحیدی اور امید وبیم کے، ایمان وعقیدہ کی مظہر سرزمین پر اور جولان گاہ شوق میں بے ساختہ اللھم انی اسئلك رزقاً واسعاً وعلماً نافعاً وشفاءً من کل داءٍ۔ ''میرے رب! میں تجھ سے وسیع رزق، نفع بخش علم اور تمام بیماریوں سے شفا بخشنے کا خواستگار ہوں۔'' سے دل و جان کو سکون بخشتے، اس کے بانی مبانی کی سعی میں بھی شرکت کرنے کا فریضہ یاد آیا۔

ایک بڑے بزرگ سے صفا اور مروہ کا راستہ معلوم کیا۔ وہ مجھے خود سارے زینے طے کراتے ہاتھوں سے اُس طرف اشارہ کرتے مسعیٰ کے فراز کے پاس چھوڑ گئے۔ بیوی سے وہیں دیوار گھڑی کی نشانی بتا کر ملنا طے تھا۔ تھوڑے انتظار کے بعد وہ بھی وہاں آگئیں اور ہم کشاں کشاں اُس طرف چل پڑے، جوان دونوں پاک میاں بیوی کی آزمائش گاہ تھی اور جہاں دین اسلام کی بنا پڑنے، امت مسلمہ کو آباد ہونے، نماز قائم کرنے اپنے والدین اور سارے مومنین کو روز جزا، مغفرت حاصل ہونے کے لئے دعا مانگی گئی تھی۔

تھوڑی سی اونچائی اور دو طرفہ بنی ہوئی محرابوں، دروں کے حصے طے کرتا تھا کہ صفا کی پہاڑی نما پتھروں کے ڈھیر پر ٹھہر گئے۔ چھتوں پر چوکور حصے میں جلی حروف میں لکھی گئی قرآنی آیات کو غور سے پڑھا تو ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البیت أواعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بهما فمن تطوع خیرافان الله شاکر علیم۔ پڑھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر قبل باب السلام سے داخل ہوتے ہوئے صفا سے مروہ تک کا فاصلہ کتنا تھا، اپنی استطاعت کا اندازہ کرلیا اور یہاں اس وقت بسم الله الله اکبر والحمدلله سے پہلے چکر کی ابتدا تھی۔ دل آمادۂ سفر مگر پیر زمین میں جمے جا رہے تھے۔ دل کہہ رہا تھا آج سے ہزاروں سال قبل اس بے آب وگیاہ میدان میں، اسی بیڑ وادی میں اپنے لخت جگر اسماعیل کو تنہا چھوڑ کر، مامتا کی ماری ادھر ادھر دیوانہ وار بھاگی بھاگی پھر رہی تھیں اور (میل اخضر) اور پانی کی تلاش میں مصروف مڑ مڑ کر اپنے لخت جگر کو دیکھتی بھی جاتی تھیں۔ آج یہ چمکتا چمچماتا، چکنا ٹھنڈا فرش، منور راستے اور ہوا دار روشندان، آرام کا سامان فراہم ہے، سات تو کیا صد ہا دوڑ لگایئے، بیٹھے، ستایئے اور زم زم کے بے شمار کنٹیروں سے جہاں سے جب جی چاہے، زم زم کے گھونٹ لیجئے اور نہال ہو جایئے اور ایک تم ہو کہ تکلف کا شکار ہو۔ ارے بھائی یہ شعر تو یاد ہوگا ؎

میں حیرت وحسرت کا مارا چپ چاپ کھڑا ہوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم

پھر کیا تھا، بیوی کی رفاقت میں صفا سے مروہ اور مروہ کے چکر طے ہوتے رہے۔ انھوں نے میلین اخضر میں خود چلتے ہوئے میری آہستہ روی کا خیال رکھا اور بہر حال انھیں تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی روایت کا خیال رکھنا ہی تھا۔ صفا اور مروہ کی آمد ورفت کی راہ کے وسیع وعریض مستقف ہال کے درمیان دو طرفہ آہنی ریلنگ کا سلسلہ تھا، جس کے اندر ضعفا اور معذوروں کو وہیل چیئر خواہ کرایہ کی، خواہ معلم کی سفارش پر حاصل کی گئی ہو، پر محفوظ طور پر ساتوں چکر لگاتے ہیں۔ میں بھی معذور تھا، مگر اتنا نہیں، اس ریلنگ کے اندر ایک طرف ہو کر یہ کن بھی ادا کر سکا۔ میرے ساتھ ساتھ بیوی بھی ریلنگ کے باہر چلتی رہیں، تاکہ وہ مجھے پیچھے سے آتی ہوئی کرسیوں سے باخبر کردیں، اُن کے کھینچنے والوں کی بھاری بھرکم تیز دوڑاتی ہوئی کرسیوں کی زد سے محفوظ رکھیں۔

ساتویں چکر کے خاتمہ پر ایسا معلوم ہوا جیسے اقلیم فتح کر آئے۔ شیراز کا ہفت تنان دیکھا تھا، ایرانی مصنف ومؤرخ محمد ابراہیم باستانی پاریزی کی زیر ایں ہفت آسمان ہفت اقلیم آسیائے ہفت سنگ، اژدہائے ہفت سر کا مطالعہ کیا تھا ہفت خوان اسفندیار رستم ہفت خوان ہفت اقلیم ہفت سر ہفت دریا ہفت کشور کی اصطلاحات لغت میں دیکھی تھیں۔ جنگ ہفتاد وملت کی تلمیح حافظ شیراز کے شعر میں پڑھ چکے تھے، مگر یہ ہفت (سات) غالب کا رات دن گردش میں ہیں سات آسمان، از بر تھا، پھر بھی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ چکر کیا ہے ہفت سبع، سورۂ فاتحہ، مائدہ، یونس، بنی اسرائیل، شعراء، صافات اور ق ہفت قراء، نافع مدنی، ابو عمر بصری ابن عامر شامی، عاصم کوفی، حمزہ عبداللہ، ابن کثیر مکی اور حمزہ کوفی (قرآن کے اولین قاریوں اور ان کی اپنی ہفت قرأت اور پھر قاریوں کے سات دن میں قرآن ختم کرنے کی روایت اور پھر ہفت امام، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر وغیرہ کی شرعی اور فقہی حیثیت ہفت خوان ہفت گنجینہ ہفت کوہ، سب کچھ چھانا پھٹکا، مگر یہ سات کا عدد کیوں۔ ''ناطقہ سر بگریباں تھا اُسے کیا کہیے۔'' ذہن کو بر طرف کر لیا اور

یکسو ہو کر اس ہفت گردش کی تاریخی، اقدامت، عظمت اور سطوت کا نظارہ کرتے ہوئے کچھ اور ہی لطف آ رہا تھا۔ بیوی قبلہ رو دنیا بھر کی حاجہ خواتین کے مجمع میں کھڑی طرح طرح کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ میں دم لے رہا تھا، زبان حال سے دعائیں مانگ اس گھر کے مالک صاحب خانہ خدائے ذوالجلال والاکرام کا شکر بھی ادا کرتا جا رہا تھا کہ وہ مجھ جیسے معذور بندہ کو بھی مشرف بہ دیدار کر دیتا ہے۔

ہم دونوں نے تھک کر بیٹھ جانے کی صورت میں مسعی کے دالان میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور باہر نکلے اور بیوی نے مروہ کے مخرج سے باہر کے زینے پر بیٹھے بیٹھے اپنی دو انگلیوں کے برابر بال ناپ کر کترے ،میں نے اسی قینچی سے پیشانی سے دونوں جانب کے نکلے ہوئے زائد بالوں کو کاٹا اور باہر آ کر وضو خانہ میں نیا وضو کر ہی رہے تھے کہ جمعہ کی نماز کی اذان ہوئی۔ کعبہ میں داخل ہو کر یہ پہلی اذان تھی جو اسی کے صحن میں بیٹھے وضو کرتے ہوئے کانوں سے دل تک اترتی جا رہی تھی۔ بچپن سے اذان سنتے آ رہے تھے۔ دیہاتوں، قصبوں اور شہروں کی عام مساجد کی اذانیں، جامع مسجد بمبئی، منارہ مسجد بمبئی، جامع مسجد دہلی، جامعہ اسلامیہ دہلی کی اذان، انقرہ میں تاریخی جامع مسجد کی اذان، قونیہ میں مولانا جلال الدین رومی کی آرام گاہ پر بنوائی سلطان محمد کی تعمیر کروائی ہوئی تاریخی مسجد کی اذان، ساری اذانیں سنی تھیں۔ اور آج پھر اتنی مترنم اور زوردار حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی صدائے لبیک کا خیر مقدم کرتے ہوئے مروہ ہی کے دروازہ سے دوبارہ داخل ہوئے، زم زم کی کنٹیز سے حلق اور معدہ کی گہرائیوں کو سیر کیا اور انھیں دالانوں کے درمیان جمعہ کی نماز پڑھنے بیٹھ گئے۔ مجمع بڑھتا جا رہا تھا اور لوگ سنتیں پڑھ رہے تھے۔

یہاں پہلے ہی روز ہمارا جمعہ تھا، ہر طرف اجنبی چہرے، مگر لباس ایک، مقصد ایک، قبلہ و کعبہ ایک، کسی کو کسی اور سے سروکار نہیں تھا۔ خطبہ جاری تھا مگر ہماری سمجھ میں مسنونہ حصہ کے علاوہ کچھ اور نہیں آ رہا تھا۔

بہر حال آج کا خطبہ، آج کی نماز جمعہ، آج کے مجمع اور دعاؤں کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔ سرور و شادمانی سے سرمست کہ چلیے آج اس زمین پر سجدہ ہوا۔ طواف کا پر کیف، مگر آزمائشی دور بھی ہو گیا۔ بیشتر یاد کی ہوئی دعائیں پڑھ لیں، صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی بمشکل تمام مگر اطمینان قلب پر ختم ہوئی۔ ایک نئی قرأت، نیا لحن، خالص عرب لہجہ، دونوں رکعتوں میں مختصر سورہ پر ختم ہوا۔

اندر کی دنیا کا نظارہ کرتے، حیرت اور استعجاب کی نگاہ ڈالتے، دزدیدہ آنکھوں سے جلال و جبروت کے سیاہ پیکر، وقار و تمکنت اور عظمت کی سراپا جلوہ گری، نظارہ سوزی اور دل فروزی زیادہ سے زیادہ دیکھتے، دوری اور قربت دونوں کے مزے زبان حال سے لے رہے تھے اور بے ساختہ کہہ رہے تھے:

دور جا کر دیکھتے نزدیک جا کر دیکھتے
ہم سے ہو سکتا تو ہم ان کو برابر دیکھتے

☆☆☆

بقیہ سرکار ﷺ کے دربار میں ------

ان کا رہنمایانہ اور ناقدانہ مشورہ صاف ظاہر ہے۔

خواجہ عثمانی ہروئی، خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت بختیار کاکیؒ، جلال الدین رومیؒ وغیرہم کی نعتیں اور سلام اپنی جگہ مگر حضرت محبوب الٰہیؒ کے سلام میں جو سپردگی، سلاست، شستگی اور شیرینی کے کوثر و تسنیم ہیں وہ پڑھنے کے لائق ہیں، جن میں سلام، پیام، قیام اور نظام کا خوشگوار قافیہ، باب رحمت، باب جبرئیل، باب سلام خیر الانام جیسے مقدس مقام اور شخصیت کا مبارک ذکر، سورہ محمد، لحن داؤد اور بزم پیغمبر کی تلمیحات کا استعمال، نماز، قیام صلوٰۃ، ارادت تضرع اور نالہ و درد کی متصوفانہ ملی جلی اصطلاحات اور ایسے دل نشیں انداز اظہار کی مثال ڈھونڈے سے ملے گی۔

انھیں کے پروردہ خاص، امیر خسرو نے ماضی، حال اور مستقبل کے سارے ریکارڈ توڑ دیے، سر بازاری رقصم، باجبہ و دستاری رقصم، قلندر واری رقصم والے خواجہ عثمان ہارونی (ہرونی) کے مقابلہ میں امیر خسرو آفاقیا گردیدہ ام مہر بتاں وردیدہ ام، بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیزی دیگری کے علاوہ، اپنی ''شب جانیکہ من بودم'' میں کہیں آگے نکل گئے ہیں: (ڈاکٹر شعیب اعظمی)

آئے ہیں مکہ میں باہر سے مسافر لاکھوں

حضرت داغ دہلوی

آئے ہیں مکہ میں باہر سے مسافر لاکھوں
اہل اسلام کا کیا جوش ہے اللہ اللہ
حق تعالیٰ کو ہوا جامہ احرام پسند
ایک ہی وضع ہے درویش سے تا شاہنشاہ
نیت عمرہ سے احرام کسی نے باندھا
اور یہ شوق کہ جلد ہو تنعیم کی راہ
شور لبیک کہیں ہے تو کہیں شغل درود
بانگ تکبیر کہیں ہے تو کہیں بانگ صلواۃ
سنگ اسود کا کبھی بوسہ لب پہ دعا
ہے طواف اور کبھی داخل بیت اللہ
گشت کرتا ہے کوئی تن کے صفا مروہ کا
کسی مشتاق زیارت کی حرم پر ہے نگاہ
چل کے کعبہ سے ٹھہرتے ہیں منیٰ میں شب کو
اور روانہ ہوئے عرفات میں پھر وقت نگاہ
ظہر کے بعد سے ہوتا ہے وہاں خطبہ شروع
عصر کے بعد سے لد جاتے ہیں خیمے خرگاہ
مسجد مزدلفہ بین منیٰ و عرفات
بہر حجاج ہے اک رات کی وہ طاعت گاہ
پڑھتے ہیں ساتھ وہاں آ کے عشاء و مغرب
اہل حج کرتے ہیں تحمید و مناجات الٰہ
جب چلے مزدلفہ سے تو منیٰ پھر آئے
تین دن کے لئے ہوتی ہے وہی منزل گاہ
رجم شیطان لعین کے لئے کنکر مارے
پڑھ کے لاحول ولا قوۃ الا باللہ
شتر دنبہ و بز ذبح ہوئے ہیں اتنے
آسمان شفق رنگ بنی قربان گاہ

سرکار دو عالم ﷺ کے دربار میں

میں اس ہجوم عاشقاں میں اپنا راستہ بدقت تمام بناتا، ریاض الجنۃ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا، بالآخر منبر مبارک تک پہونچ گیا۔ سنتیں ادا کیں۔ اور اسی صف میں نماز فجر ادا کرنے کھڑا ہو گیا۔ کیا نماز پڑھی، کیا انہماک تھا۔ دل و دماغ پر کیا عالم طاری تھا، کچھ یاد نہیں۔ سب کے ساتھ ہاتھ باندھے، رکوع و سجود، قعدہ اور سلام کے ارکان ادا ہوئے۔ کس طرح اور کب قطار باندھے، کندھے سے کندھا ملائے، سینہ میں جذبات کا طوفان برپا کئے، آنکھوں میں اشتیاق اور دل میں ذوق و شوق کی بے تابیوں کو سموئے اس طرف چل پڑا، جن کے نام کو خدا کے نام کے ساتھ سنا تھا۔ اذانوں، نمازوں، قرآن کے ناظرے، حافظے، تعلیم الاسلام کی کتابوں میں، اساتذہ مولوی محمد یونس صاحب مرحوم کے درس، حافظ ولی اللہ صاحب مرحوم کے حافظہ کی کلاس میں، مدح صحابہ کی نعتوں نظموں میں، مولانا اقبال سہیل اور یحییٰ اعظمی کی سیرت کے جلسوں میں جن کے نام پر درود و سلام بھیجتے سنا تھا، آج انھیں محمد رسول اللہ، سرکار دو عالم، سرور کونین، ہادی برحق، رحمۃ للعلمین، خاتم النبیین، شافع محشر کے روضہ مبارک پر نظر پڑی، قدموں کو رکنے کی اجازت نہیں تھی، مگر دل و جان کی چشم شوق پر کون قدغن لگا سکتا تھا۔ خود درود و سلام پڑھتے بھیجتے، بزرگ، جوان، بچے، نمناک آنکھوں، اشکبار چہروں اور آنسوؤں سے تر داڑھیوں، مگر خوش آنکھوں کے اس پروانہ وار مجمع میں مجھ جیسا گنہ گار، معذور، مسکین و ناتواں بھی، توفیق حاصل کر بیٹھا۔

کیسا بے مثال مجمع اور منظر تھا۔ وہم و گمان کو بھی اس جہان رنگ و بو، تقدیس اور احترام کے اس محوطہ میں پرواز کی طاقت نہیں تھی، یہاں تو بقول شاعر مشرق علامہ اقبال:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

درود بھیجئے، سلام پڑھتے، سراپا جواب، خاموش اور بے زبانی کی زبان سے لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا بالقول کا ورد کرتے، شرطہ حضرات کی خاموش منادی اور نظم و ضبط کی پابندی کرتے، مطلا، مذہب، منور، منقش، مرقد مبارک کے قرب کا مزہ چکھتے دل و دیدہ روشن کرتے گزر رہے تھے۔ اندر سے دل بے قرار کہ یہاں کے جاروب کش بن جائیں، غبار بن جائیں اور دیوار و در کو آنکھوں کا سرمہ بنالیں، دست بستہ ہو کر کچھ عرض کریں، مگر مجمع کے ساتھ شرمندہ کھسکتے رہے۔ چہرہ مبارک، باب صفا سے کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ ۸۸۸ کی پیتل کی جالیاں کیا تھیں، خیر و برکت اور سعادت کا سرچشمہ تھیں۔ ہر طرف نور ہی نور بکھرا پڑا تھا اور بقول شاعر:

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

والا معاملہ تھا۔۔۔

بسا اوقات انسان ایسے عالم میں پہنچ جاتا ہے کہ اسے یقین نہیں ہوتا مگر خدائے بزرگ و برتر اسے دکھاتا ہے کہ دیکھ ہم تجھے کن نعمتوں سے سرفراز کر رہے ہیں۔ میں بھی انھیں گنہگاروں میں تھا جو عقیدت اور خواہش کے باوجود کبھی سوچتا بھی نہ تھا کہ جہاں بڑے بڑے بے شمار عرفاء، علماء، صوفیا، مشائخ، خاص و عام، دانشور، فقہاء، محدثین، مفسرین، مؤرخین اور سخنور صدیوں سے حاضری دے کر سرخرو ہوئے ہیں، انھیں کے طفیل میں میرا بھی یہاں پہنچا دیا گیا۔ سعدی شیرازی جنھوں نے بقول محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، چودہ بار پاپیادہ حج کیا تھا، نے اس والا مقام شخصیت کے بارے میں کیسے کیسے قطعات کہے تھے:

کریم السجایا جمیل الشیم تسی البرایا شفیع الامم
بلغ بعلی بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

سعدی نے آپ کے اعلیٰ مقام جمال و کمال اور اعلیٰ خصوصیات کو شعر میں مقید کرنے کے باوجود اپنی بے بضاعتی اور بیچ مدانی کا اعتراف کیا ہے۔

صبح سویرے اٹھتے اور مسجد نبوی کی جانب چل پڑتے، جہاں تک پیر ساتھ دیتا چلتے رہتے اور اژدہام میں شامل شیدائیان رسول کی شیدائیوں کی صفوں میں کندھے سے کندھا ملا کر خاموش، مؤدب اور عقیدت مندی کے آنسو بہاتے اُن کی ابدی خواب گاہ کو چشم بینا اور نابینا، زبان دل سے کلمہ اور درود پڑھتے گزرتے۔

ناصر خسرو، نظامی سنائی، عطار، سعدی، جامی، جیسے مشاہیر شعراء نے یہاں باقاعدہ حاضری دی، سلام بھیجے، درود پڑھے مگر امیر خسرو، فیضی، عرفی، قدسی، مرزا بیدل، غالب، اقبال، آسی، سیماب، ظفر علی خان، مولانا شبلی حاضری نہ دے سکنے کے باوجود وہ سب کچھ کہہ گئے جو اچھے اچھے حاضرین محبت اور عقیدت سے بھی حاصل نہ کر سکے۔ غالب حج کا ثواب بہادر شاہ ظفر کو دینے کی درخواست کرتے ہی رہے اور شرمساری آڑے ہاتھوں آئی، شبلی سیرت پیغمبر خاتم لکھ کر بہر حال خاتمہ بالخیر کے مستحق ہونے، اقبال دل نکال کر رکھ دینے اور چٹائی پر سونے تک محدود رہ کر بہت کچھ کہہ گئے۔ امیر خسرو اور ان کے پیر و مرشد بھی حاضری نہ دے سکے، مگر دونوں نے اپنا دل نکال کر رکھ دیا اور ''بعد منزل نشود در سفر روحانی'' کا مقولہ سچ کر گئے۔ حضرت نظام الدین اولیاء شاعر نہیں تھے، مگر امیر الشعراء امیر خسرو کی سخنوری میں

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

تمنّا

از: حضرت صوفی عبدالرب

تمنا ہے کوئی اللہ والا پھر دعا کردے
وہی تیاریاں ہوں پھر علائق سے جدا ہوکر
گلے سے اپنے بچوں کو لگاؤں اور جدا کردوں
چلوں گھر چھوڑ کر جس دم تو ربِّ بیت کا ہاتف
وطن کے باغ سے جس وقت نکلوں راہِ غربت میں
مجھے رخصت کریں رو رو کے جس دم آنسوؤں والے
مسافر کہہ کے بسم اللہ مجریھا و مرساھا
کفن پہنائے جب مجھ کو خدا میقات ہستی پر
صدا لبیک کی یک بارگی جب چار سو گونجے
فغاں کے ساتھ نکلیں پے بہ پے لبیک کی چیخیں
برہنہ پا برہنہ سر، کفن بردوش جا پہنچوں
وہی صحرا، وہی دشت و جبل پھر آنکھوں سے دیکھوں
وہ دیکھوں میں، یہاں سے جس کے عاجز ہو زباں میری
حدودِ پاک میں اس کے حرم کے سر کے بل اتروں
تقاضائے ادب یوں آبلہ پائی کی خو ڈالے
نیاز عاشقی لے کر گلی میں ان کی یوں دوڑوں
تڑپ کر جان دیدوں جب حریم پاک میں پہنچوں
بہت روؤں لپٹ کر لیلیٰ کعبہ کے دامن سے
کہ تجکو رب کعبہ دولت حج پھر عطا کردے
یہ بندہ پھر خدا کا ہو کے ترکِ ماسوا کردے
محبت اپنی غالب ہر محبت پر خدا کردے
نوید باریابی دل کے پردوں کو اُٹھا کردے
مدینہ یاد آکر باب جنت مجھ پہ وا کردے
جنونِ شوق بحرِ اشک میں طوفاں بپا کردے
جہاز زندگی اپنی سپرد ناخدا کردے
فنا فی اللہ کرکے زندگی سرتا بپا کردے
مجھے دیوانگی اس وقت مصروف بقا کردے
تصور ان کے گھر کا میری حالت کیا سے کیا کردے
جہانِ شوق میں میرا جنوں محشر بپا کردے
غبار ان کی گلی کا میری آنکھیں سرمہ سا کردے
وہ اتنادے کہ مجھ کو بے نیاز مدعا کردے
وہ سجدوں کو مرے قائم مقام نقش پا کردے
نیاز راحلہ کی قید سے مجھ کو رہا کردے
کہ مجھ کو جذب معشوقانہ منزل آشنا کردے
مگر پھر جی اٹھوں جب دامنِ کعبہ ہوا کردے
یہ بارش آنسوؤں کی نخلِ ہستی پھر ہرا کردے

اسے چومو حبیب کبریا نے جس کو چوما ہے
کہ شاید لذت عشق نبی سے آشنا کردے

تاریخ ندوۃ العلماء

ہندوستان کی تاریخ ساز تعلیمی و اصلاحی تحریک ندوۃ العلماء اور اس کے طریق فکر و مسلک کی مفصل تاریخ، جس میں اس کے پس منظر کے ساتھ اس کے مرتب کئے ہوئے تعلیمی نظام اور اس کی تعمیری و اصلاحی خدمات کا تعارف کرایا گیا ہے۔

مزید یہ کہ ندوۃ العلماء کے بائیس تاریخی اجلاس ہائے عام کی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں اور ندوۃ العلماء کے نامور ناظموں اور ممتاز محسنوں کی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

جدید و دیدہ زیب طباعت

قیمت حصہ اول 75/- قیمت حصہ دوم 100/-

ناشر

مجلس صحافت و نشریات، ندوۃ العلماء لکھنؤ

ملنے کا پتہ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام،
پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ
ندوی بک ڈپو، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

نرخ اشتہار

۱- فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ چالیس روپے۔
۲- فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ پچاس روپے۔
۳- کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا۔
۴- اشتہار کی نصف رقم کی پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵- انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر اسی روپے۔

تزکیہ و احسان

دل کی دنیا کو آباد کیجئے

مولانا سعید احمد خاں

قلب ایک شعوری جلوہ گاہ ہے۔ قلب صنوبری شکل کا مضغہ (گوشت) ہے۔ وہ متحرک اور بڑا حساس ہے۔ اس کی حرکت کا احساس مختلف حالات اور انداز سے کیا جاتا ہے۔ اگر اس کی حرکت بند ہو جائے تو آدمی کی موت واقع ہو جائے۔ وہ اگر سماج کے خود ساختہ قوانین سے نہیں بلکہ اپنی فطرت سے صلاح کی راہ پر قائم رہا یا صلاح کی تعلیم پا کر اصلاح پذیر ہوا تو سمجھئے کہ سارا نظام جسدی درست اور صالح رہا۔ اس سلسلے میں دو گروہ اپنے الگ الگ نظریہ کے تحت کام کر رہے ہیں۔ ایک گروہ یا جماعت کا خیال ہے کہ ساری اصلاحات کا تعلق دماغ کے کسی مرکز یا مقام سے ہے اور اس کی تحریک و تدبیر اور اصلاح سے سارے نظام جسدی کی درستگی وابستہ ہے۔ یہ حکماء کا گروہ کہلاتا ہے۔ اس کے افراد اپنے کو حقیقت دانی اور حقیقت فہمی میں ممتاز و بے مثل جانتے اور سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصلاح کسی (معطی اور منعم، خدا) کا عطیہ و انعام نہیں بلکہ انسان اپنی علمی کاوشوں اور تجربات کے نتیجے میں ہدایت پاتا ہے اور صحیح راہ پر لگ جاتا ہے۔ ان کے نزدیک تہذیب، اخلاق، تدبیر، سیاست اور مدن کے قوانین وضوابط تجربے اور مشاہدے سے جانے اور سمجھے جاسکتے ہیں۔ وہ سمجھ اور علم کا اصل مرکز دماغ کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک دماغ ہی خیال، تخیل، احساس، یادداشت، فہم اور ادراک کا مرکز ہے۔ حواس خمسہ اس کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ رائی سے پہاڑ اور پہاڑ سے رائی بنانا دماغ ہی کی کرشمہ سازی ہے۔ جزو کل میں امتیاز اور اجزا کی تحلیل یہیں سے ہوتی ہے۔ عوارض کو جواہر سے یہیں الگ کیا جاتا ہے۔ صورت کو مادہ سے الگ کر کے یہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ حکمت کے خزانے یہیں ہیں، رموز و اسرار یہیں سے منکشف ہوں گے۔ ذہن و دماغ کی حکمت کے نقوش دیکھنے ہوں تو کارخانوں میں دیکھئے۔ زمین و آسمان میں مشاہدہ کیجئے۔ خشکی و تری میں ڈھونڈھئے۔ ہر جگہ مہذب آبادی میں رہئے۔ بجلی کے کرشموں کو دیکھئے۔ زمین آسمان سے بڑھ کر معلوم ہوگی۔ چاند کا خیال بھی نہ آئے گا اور تاروں کا احساس تک نہ ہوگا۔ صنعت اور خلقت اس طرح ایک دوسرے کے مقابل نظر آئیں گے کہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ صنعت بڑھی ہوئی ہے یا خلقت۔ ہوا پر اقتدار ایسا کہ بغیر کسی وسیلے یا ذریعہ کے ایک جگہ سے دوسری جگہ چشم زدن میں خبر پہنچانا آسان ہو گیا۔ روشنی ایسی لطیف کہ مقام و منزل کی مسافت کوئی چیز نہیں۔ سیکڑوں ہزاروں میل کی دوری پر بیٹھا ہوا انسان ایک آن اور ایک لمحہ میں برقی آلات کے ذریعہ سے نظر آجائے گا اور اس کی حرکت اور جنبش دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ کرشمہ کہ اس کی آواز سنائی دے اور اطلاعات موصول ہوں۔ اس کے مطابق کام ہو۔ خلاء اور بالائے خلا سے باتیں ہوں۔ چاند کے قریب یا چاند تک پہنچے ہوئے شخص کو زمین پر بیٹھا ہوا آدمی دیکھے اور اس کی بات سنے۔ ہر شان اور ہر آن نظر میں ہو۔ یہ سب چیزیں آج واقعہ بن چکی ہیں۔ دماغ اور انسانی ذہن کے کارناموں اور ان کی منفعت سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے آنکھ بند کر کے کوئی چمکتی شعاعوں کا انکار کرنے لگ جائے۔ دماغی کوششوں اور اس کے عظیم کارناموں سے انکار ممکن نہیں ہے۔ غرض اس گروہ کے نزدیک اصل دماغ ہے اور وہ شعوری مرکز اسی کو قرار دیتے ہیں۔

دوسرا گروہ اہل مذہب کا ہے۔ اہل مذہب کے نزدیک اصل شعوری مرکز قلب ہے۔ یوں زندگی تو سارے وجود میں پائی جاتی ہے۔ مگر اس کے شعور و احساس کی بیداری، اس کی درستگی اور اصلاح کا تعلق اصلاً قلب ہی سے ہے۔ اس گروہ کی رائے میں اگر قلب بیدار ہو جائے اور اس کے احساسات درست ہو جائیں تو نظام جسدی ہی نہیں بلکہ سارا نظام زندگی درست ہو جائے۔ دنیا نشاط و شادمانی اور مسرت و کامرانی کا گہوارہ بن جائے، افراد کی اصلاح ہو جائے سماج بھی مثال ہو جائے عدل بھی قائم ہو اور اعتدال بھی باقی رہے۔ حکمت بھی ہو اور تفہیم بھی اور فرض شناسی بھی ہو۔ ہاتھ، پیر، ناک، کان ہوں یا دماغ، سارے ہی اعضاء اسی کی بدولت، اسی سے قائم اور اسی سے باقی ہیں یہ بگڑ جائے تو نہ دماغ ہی کام کر سکے گا اور نہ ہی ہاتھ پیر کام کر سکیں گے۔ کارخانہ میں بھی لوگ ہوتے ہیں مزدور بھی ہوتے ہیں اور نقشہ بنانے والے بھی ہوتے ہیں، منتظم بھی، پیش رو بھی۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ وزیر صنعت و محنت کا ایک مقام ہوتا ہے۔ مزید برآں ایجادات میں اسے وزیر اعظم کی رہنمائی بھی حاصل ہوتی ہے۔ اب آپ سوچیں کہ اصل عظمت مزدور کو حاصل ہے یا وزیر کو۔ اسی طرح ہاتھ پیر کی حرکت اور عمل سے آپ واقف ہیں۔ یہ اعضاء بالفرض اپنی خود مختاری کا اعلان کریں اور قلب کے مقام اور اس کی برتری کے منکر ہو جائیں اور اپنی بڑائی کی تشہیر میں لگ جائیں تو کیا اس طرح کے اعلان اور فیصلے کو صحیح اور درست کہا جاسکے گا؟ ہاتھ پیر کے مفلوج، دماغ اور آنکھوں سے معذور سیکڑوں اور ہزاروں پائے جاتے ہیں۔ لیکن دل کے بغیر کوئی بھی زندگی نہ پائی گئی ہے اور نہ سنی گئی ہے۔ شعور و ادراک کو دماغ سے منسوب کرنے میں پہلے گروہ نے جلد بازی سے کام لیا اور کہا کہ قلب کی حیثیت دوسرے جوارح کی طرح ہے حالانکہ قلب سب کا منبع اور مبداء ہے۔ وہ زندہ رہ کر سب کو زندہ رہنے میں مدد کرتا ہے۔ اس کی افادیت اور اس کی اصل حیثیت سے انکار کرنا راہِ ہدایت سے منحرف ہونے کے مترادف ہے۔ دین حق کے حامل، انسانیت کے خادموں اور حکماء کو مشفقانہ انداز میں اور نہایت پیار

بھرے لہجے میں خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

دوستو! عزیزو اگر جلد بازی سے کام نہ لیا جائے تو انصاف یہی کہے گا کہ انسانی وجود میں قلب ہی کا مقام اصل اور بلند ہے۔ چونکہ قلب کے اسرار و رموز کی طرف پوری توجہ نہیں دی گئی اور کچھ خیرہ کن چیزوں کو دیکھ کر دماغ کے حق میں فیصلہ کر دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ دماغ کا مقام دل سے بلند ہی نہیں ہے بلکہ دماغ ہی دراصل سب کچھ ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دماغی کاوشوں سے بڑے بڑے کام نکلے ہیں۔ اس نے ہمیں سمندر کی گہرائیوں میں اطمینان سے سانس لینے کے مواقع فراہم کئے۔ ہواؤں اور فضاؤں کو مسخر کیا۔ ہر بالا و پست میں برقی لہریں دوڑا دیں۔ مگر۔۔۔۔۔۔

اے کلیمے سبق آموز، کہ دانائے فرنگ
جگر بحر شگافند، بہ سینا نہ رسید

(اے موسیٰ فرنگ کے دانشوروں سے عبرت حاصل کرو کہ انھوں نے سمندر کے جگر چیرنے میں تو کامیابی حاصل کر لی مگر طور سینا تک رسائی حاصل کرنے میں وہ ناکام رہے)۔

دانائے فرنگ نے سب کچھ جانا اور سب کچھ کیا۔ بڑے بڑے کارخانہ داروں کے لئے پوری سہولتیں فراہم کیں۔ سرمایہ داروں کو بڑے سے بڑا سرمایہ دار بنایا۔ حکمت اور فلسفے کے بڑے خزانوں کے دروا کیے اور نکتہ دانیوں میں بہت آگے نکل گئے۔ لیکن کسی کارخانہ دار یا سرمایہ دار، فلسفی یا نکتہ داں سے پوچھیے کہ کیا اطمینان قلب کا سامان میسر ہوا؟ نوچ کھسوٹ، دوسروں کی حق تلفی اور ظلم و غضب کے خیال سے دل میں خوف اور ڈر بھی پیدا ہوا؟ غلط اقتدار کی ہوس کچھ کم ہوئی؟ حصول دولت کی پیاس بجھی؟ چھلکتے بلوری جاموں میں مے نوشی غفلت کو دور کر سکی؟ کیا ان کی نکتہ دانی انسانیت کو اس کے صحیح مقام سے باخبر کر سکی۔ چاندی سونے جیسے محلوں میں رہنے بسنے موسمی تفریح گاہوں سے دل بہلانے اور غم غلط کرنے کی کوشش ضرور کی۔ لیکن کیا قلب مطمئن ہوا؟ کیا غم غلط ہوا؟ دل میں سکون و اطمینان کی لہر دوڑ سکی؟ تشفی ہوئی؟ جگر کی سوزش ٹھنڈک پا سکی؟ بے قراری و بے صبری میں کمی محسوس ہوئی؟

حاکم اور بادشاہ سے بغاوت اور اس کی نافرمانی کا انجام جس طرح افراتفری اور مطلق العنانی، بند نظمی، خود مختاری اور غیر آئینی حرکات کا شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے اور ہر چھوٹا بڑا پریشان حال اور گونا گوں بدتری کا شکار ہو جاتا ہے بالکل یہی نقشہ قلب کے اقتدار سے انکار اس کی ہدایت سے منہ موڑنے کا ہمارے سامنے آتا ہے۔ قلب ہی ہے جس سے آدمی کو یہ فہم حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے خالق سے رشتہ قائم کرے۔ احساس و شعور کے معاملے میں وہ دماغ کی طرح مجبور دکھائی نہیں دیتا۔ کسی چیز کے جاننے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز یا اس کا کوئی نمونہ اس کے سامنے ہو۔ وہ مادیات کا بھی ادراک کرتا ہے، جو ہر و عقول دیگر مجردات کو بھی جان لیتا ہے۔ وہ ملاء اعلیٰ کی ہدایت پر کان دھرتا ہے۔ اعضاء و جوارح کو مطلق العنانیت سے روکتا ہے اور ذکر و ہوشمندی اور بیداری سے اطمینان حاصل کرتا ہے۔ سب کو مطمئن کر کے خلقت انسان کے اصل مقصود تک رسائی بخشتا ہے۔ درحقیقت قلب کے انتشار اور اس کی پریشانی کے بعد کوئی بھی عضو پریشانی سے نہیں بچ سکتا۔ دماغ کتنا ہی صحیح ہو اگر قلب کے صحت مفقود ہو تو سب بیکار ہو جائے گا۔ زندگی مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گی۔ ادنیٰ صدمہ بھی اور ہلکا سا جھٹکا بھی برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ ذرہ بھر جگہ سے ہٹایا حرکت تیز ہوئی تو موت یقینی ہو جاتی ہے۔ ساری سمجھ بوجھ رائیگاں جاتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر قلب صالح ہے تو صدمات اور جھٹکے اتنے مہلک ثابت نہیں ہوتے۔ دماغ نہ کام کرتا ہو اور نہ بڑے کام انجام پاتے ہوں۔ پھر بھی حیات ممکن ہے۔ صحت کے لحاظ سے قلب شاہ جسد ہے۔ دماغ کی ذکاوت، اس کی تیزی یا صرف دماغی صحت ہی سے کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قلب کے فعل کے درست ہونے کی حالت میں دماغ اپنی صحت مندی کے ساتھ بڑے کام انجام دے سکتا ہے۔ جس طرح سفر کا نقشہ ہاتھ تیار کرتا ہے اور منزل مقصود تک پیر کے ذریعہ پہنچا جا سکتا ہے یاد رہے کہ نقشہ سازی حقیقت میں ہاتھ کا اپنا کارنامہ نہیں اور نہ منزل تک پہنچانا صرف پیر کا کارنامہ ہے۔ دماغ اگر ساتھ نہ دے تو ہاتھ کچھ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح دماغ کی رہبری کے بغیر پیر سے کچھ نہیں ہو سکتا ٹھیک اسی طرح دماغ کے ساتھ صحت مند قلب نہ دے تو دماغی صلاحیت معدوم اور نیست ہو کر رہ جائے گی۔ اس لئے قلب اور دماغ دونوں ہی کی پوری صلاحیت سے کام لیا جائے تو بڑے بڑے لوگ عالم میں پھر سے پیدا ہو سکیں گے۔ دل و دماغ دونوں کی صلاحیتوں سے باہمی ارتباط سے جو نتیجے ظاہر ہوں گے وہ انتہائی مقدس اور قابل قدر ہوں گے۔ ممکن ہے کہ کسی ذہن میں یہ بات آئے کہ دنیا کو عمل اور نتیجہ کی ضرورت ہے۔ تقدس اور احترام سے کیا فائدہ؟ محنت اور مجاہدہ ہو تو کھیتی سے غلہ پیدا ہوگا۔ کارخانہ مختلف مصنوعات، اسلحے، اوزار، مختلف دوائیاں، خوشی اور راحت کے سامان فراہم کر سکے گا۔ انسان کی ضرورتیں پوری ہوں گی اور وہ بہت سی پریشانیوں سے نجات پائے گا۔ تقدس محض کس کام کا؟ کام جو عملاً مفید نہ ہو کس کام کا؟ یہاں تقدس محض کی وکالت کون کر رہا ہے؟ تقدس اور پاکیزگی کے ذریعہ سے انسان کی زندگی کو نہایت کامیاب، خوشگوار اور نافع بنایا جا سکتا ہے۔ اگر صرف عمل ہی عمل رہا اور تقدس اور پاکیزگی کو نظر انداز کر دیا تو دیکھئے افلاطون کا کیا انجام ہوا؟ بخت نصر اور کنجسر و کے کارنامے نہ بھولیے۔ اور قلب کی رہنمائی کا اعتراف نہ کرنے کے نتیجے میں دنیا کتنی بار برباد اور ہلاک ہو چکی ہے۔ تاریخ سے اس کا پورا ثبوت مل سکتا ہے۔ بابل کے کھنڈرات پکار پکار کر آگاہ کر رہے ہیں کہ عصیان اور نافرمانی سے ہلاکت آئی۔ جودی پہاڑ گواہ ہے کہ نشیبی علاقہ سرکشی اور گناہوں سے ڈوبا اور سب کو لے ڈوبا۔ معصوم نبی کا رشتہ بھی بیٹے کو نہ بچا سکا۔ حق کا فیصلہ بیٹے کے حق میں کیا ہوا۔ عمل غیر صالح سے رشتہ بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ نمرود، شداد، فرعون اور ہامان کے دماغوں اور ہنرمندیوں کا کون منکر ہو سکتا ہے، مگر قلبی صلاحیتوں کے برباد ہونے سے ان کا انجام عبرت ناک ہوا۔ تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں۔ دماغی کارفرمائیوں سے اگر چہ وہ اکیلے دماغ کا کام نہیں، دنیا میں جو عبرت پھیلی ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ اس کے ساتھ اگر قلب کی صلاحیت کو ابھارا جاتا اور اس سے بھی حقیقی کام لیا جاتا تو آج کسی کو بے دلی، بخت

دلی، ظلم و استبداد کے شکوہ کا موقع نہ ملتا۔ انسان نے دل کا کام صرف یہ سمجھا کہ وہ غذا سے حاصل شدہ توانائی اور خون کو شریانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ مگر دل ہے کہ وہ اس ظلم پر تڑپتا ہے کہ جو اس کا اصل وظیفہ اور کام تھا اس سے اس کو روک دیا گیا۔ دماغ کو اس پر تفوق کا رجحان نامنصفانہ ہے۔ قلب کی صلاحیتوں پر توجہ نہیں دی گئی اور نہ اس کی وسعتوں کو جاننے کی کوئی فکر ہوئی۔ ع

میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

دل کی بات ہی اور ہے۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ شعراء کے نزدیک دل ہی اصل ہے یہی دلداری بھی کرتا ہے۔ دلبری بھی اسی لئے کہا گیا۔ ''دلم بردی و دلداری نہ کردی۔'' دل سے کام کرنا، دل لگا کر ڈٹ جانا۔ دلی مبارک باد پیش کرنا۔ دلی خیر خواہی، دلی ہمدردی جیسے اوصاف صحت مند دل کے اوصاف ہیں۔ دل کے پاکیزہ اوصاف اس کے حیاتی اثرات و نتائج کے بارے میں کسی صاحب دل سے بات کیجئے۔ تو دل پر وجد طاری ہو جائے گا۔ دل کے حقیقی اوصاف کی طرف سے بے توجہی اور ان کو نظر انداز کرنے کا ہی یہ انجام سامنے آیا ہے کہ دنیا سے ساری شگفتگی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

نہ چھیڑ اے نکہت بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بے زار بیٹھے ہیں

خدارا اٹھیے۔ دل کی آواز پر کان دھریے دیکھئے تو وہ کیا نورانی جلوہ گاہ ہے۔ جس کے شعوری اثر نے اسے عرش سے بالاتر کر دکھایا ہے۔ دل کو حاکم بنائیے۔ دل کی دنیا کو آباد کیجئے۔ کیا لطائف ہیں؟ دیکھئے کیا شگفتگیاں ہیں؟ حاصل کیجئے۔ اس کے ہر سوز میں ایک خزانہ پنہاں ہے۔ اسی سے زندگی کی رونق اور آزادی و آبادی ہے۔ وہ کیا کچھ دکھائے گا دیکھئے۔ وہ کیا سمجھائے گا سمجھ کر جانچئے اس کی تڑپ اور اضطراب سے عالم میں حیات ہے۔ وہ بجھ گیا تو شمع حیات بجھ گئی۔

''کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو''

☆☆☆

پیش رفت

اقبال کی شاعری، انسانی نفسیات و اقدار کی دل کش ترجمانی

رابطۂ ادب اسلامی دہلی کے زیر اہتمام مذاکرہ

نئی دہلی ۱۲ جنوری ''علامہ اقبال کی شاعری وحدت بنی آدم اور عالم گیر انسانی و اخلاقی اقدار کی دل کش و دل فریب ترجمانی ہے۔'' مولانا ابوالحسن علی ندوی قابل شکر و سپاس تھے کہ انھوں نے اس حیثیت سے علامہ اقبال کو تمام عالم عربی میں متعارف کرایا'' ان الفاظ کے ساتھ شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی کے ماہر اقبالیات پروفیسر عبدالحق (جونپوری) نے علامہ اقبال اور مولانا علی میاں کو بیک وقت خراج تحسین پیش کیا۔ وہ نئی دہلی میں جامعہ نگر کے نکونہ پارک کے قریب واقع دفتر رابطۂ ادب اسلامی ہند میں ''ابوالحسن علی ندویؒ کی اقبال شناسی'' کے موضوع پر خطاب کر رہے تھے۔

پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی نے عالم عربی میں اقبال کی مقبولیت بیان کی اور عربی زبان میں ان سے متعلق شعری و نثری تصانیف پر تبصرے کیے۔ انھوں نے کہا کہ ۱۶ سال کی عمر ہی میں ابوالحسن علی ندویؒ اور مسعود عالم ندوی محض اقبال سے ملاقات کے لئے اس وقت لاہور گئے جب اقبال کا صرف ایک دیوان شائع ہوا تھا۔ مولانا نے اقبال کی کئی نظموں کے عربی ترجمے کر رکھے تھے۔ اقبال نے اپنی نظموں کے عربی ترجمے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا، اور مزید تراجم کی اجازت دی۔ مولانا علی میاں کو کلام اقبال میں اپنے درد کا درماں نظر آیا جس کو پیام انسانیت کی ترویج و تبلیغ کے طور پر عربی زبان میں خصوصیت کے ساتھ انھوں نے بکثرت استعمال کیا۔ یہاں تک کہ ان کی کتاب روائع اقبال (نقوش اقبال) کے شائع ہوتے ہی اقبال سارے عالم عربی میں مقبول ہو گئے۔

راقم السطور نے عرب اسکالرز ڈاکٹر عبدالوہاب عزام، صاوی شعلان اور حسین مجیب مصری کے کلام اقبال کے تراجم اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی روح پرور ترجمانی اقبال پر تقابلی گفتگو کی، اور بتایا کہ مولانا علی میاں اور علامہ اقبال دونوں کی منزل ایک تھی۔ اس لئے پورے شرح صدر کے ساتھ مولانا نے وحدت بنی آدم کے ساتھ ساتھ سوز حیات ابدی کے حصول کے لئے کلام اقبال کو ایک مؤثر ذریعے کے طور پر استعمال کیا:

مقصود ہنر سوز حیات ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثل شرر کیا

ڈاکٹر تابش مہدی نے مباحثہ میں سرگرم حصہ لیا اور اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ ناظم مذاکرہ ڈاکٹر نسیم اختر ندوی نے رابطۂ ادب اسلامی ہند کا تعارف کرایا، اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا، اور جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی یونیورسٹی اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے طلبہ و اساتذہ کی ایک بڑی تعداد نے جلسے میں شرکت کی۔ (ڈاکٹر مشفق احمد خاں ندوی جامعہ ملیہ اسلامیہ)

ندوۃ العلماء پر ایک اور پی۔ ایچ۔ ڈی

''دارالعلوم ندوۃ العلماء عربی زبان و ادب کا ایک اہم مرکز''

ندوۃ العلماء ایک فکر اور ایک تحریک ہے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء اس فکر و تحریک کا امین و علمبردار ہے۔ اس کے فرزندوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں اپنی شناخت بنائی ہے خصوصاً علمی و تحقیقی ذوق فرزندان ندوہ کا امتیاز رہا ہے اور مختلف دانش گاہوں میں انہوں نے اپنا لوہا منوایا ہے۔ اسی سنہرے سلسلہ کی ایک کڑی حال میں برادرم معید اشرف کی وہ پی ایچ ڈی بھی ہے جو انہیں لکھنؤ یونیورسٹی نے تفویض کی ہے۔ Thesis پروفیسر عبیداللہ صاحب فراہی کی نگرانی میں لکھا گیا تھا اور پروفیسر راشد ندوی صاحب مناقشہ کے لئے لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں تشریف لائے تھے۔۔۔ ادارہ تعمیر حیات برادرم معید اشرف اور اب ڈاکٹر معید اشرف کو دل کی گہرائیوں سے اس کامیابی پر مبارک باد دیتا ہے۔ اگلے Thesis کا موضوع ''دارالعلوم ندوۃ العلماء، عربی زبان و ادب کا ایک اہم مرکز'' تھا۔ قارئین کرام ڈاکٹر معید اشرف کے معروف کالم ''عالمی خبریں'' عرصہ دراز سے پڑھتے آرہے ہیں اور جو ایک مقبول کالم سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں بجا طور پر توقع ہے کہ اب موصوف تعمیر حیات کے لئے علمی و فکری اور تحقیقی مضامین بھی لکھتے رہیں گے۔

☆☆☆

فکر و نظر

احکام شریعت اور مقاصد و مصالح

(مولانا) عتیق احمد بستوی

(زیر نظر مقالہ ۲۱-۲۵ دسمبر ۲۰۰۳ء کو جامعہ ہمدرد نئی دہلی میں منعقدہ فقہی ورکشاپ (زیر اہتمام اسلامک فقہ اکیڈمی) میں پیش کیا گیا، حضرت ناظم ندوۃ العلماء نے بھی اس پروگرام میں شرکت فرمائی۔ مقالہ نذر قارئین ہے۔)

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے تمام احکام و تعلیمات بلند مقاصد و مصالح پر مبنی ہیں، شریعت کے ہر حکم میں حکمت و مصلحت ہے، اللہ جل شانہ جو حکیم مطلق ہیں ان کے احکام (اوامر و نواہی) حکمت و مصلحت سے کیسے خالی ہو سکتے ہیں؟ یہ الگ بات ہے کہ کچھ شرعی احکام کے مقاصد و مصالح تک انسانی ذہن کی رسائی نہ ہو سکے، دین و شریعت کا پورا نظام اور اس کے تمام اجزاء دنیا و آخرت میں انسانوں کو کامیاب و بامراد بنانے کے لئے ہیں، بہت سی آیات و احادیث نبویہ میں مختلف احکام و تعلیمات کے مقاصد و فوائد کو صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے، مثلاً بعثت نبوی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"وما ارسلناك إلا رحمة للعالمين"
(سورہ انبیاء/۱۰۷)

(ہم نے آپ کو تو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

کہیں فرمایا گیا:

"هو الذي بعث في الاميين رسولاً منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفي ضلال مبين"
(سورہ جمعہ/۲)

(وہی وہ ذات ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے)

کہیں زبان رسالت سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں:

"إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق"
(مجھے تو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے)

نماز جو خالص عبادت اور اسلام کا اہم ترین رکن ہے اس کے مقصد اور فائدہ کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:

"إن الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر ولذكر الله اكبر" (سورہ عنکبوت/۴۵)

(بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر تو سب سے بڑی چیز ہے)

روزے کی فرضیت بیان کرتے ہوئے اس کے مقصد و فائدہ کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

"يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون"
(سورہ بقرہ/۱۸۳)

(اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے، تاکہ تقوی والے ہو جاؤ)

اسی لئے الامام الدہلوی حضرت شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ) (احمد بن عبد الرحیم) اس گروہ پر بڑی تیکھی تنقید کرتے ہیں جو کہتا ہے کہ شریعت کے احکام صرف بندوں کی آزمائش کے لئے ہیں، بذات خود ان احکام و تعلیمات میں مقاصد و مصالح نہیں ہیں، انہوں نے اس گروہ کو علم سے بالکل بے بہرہ قرار دیا ہے (حجۃ اللہ البالغہ اول ص ۲۷ تا ۲۹)۔

کتاب و سنت کے احکام کے مقاصد، فوائد و اسرار کو بیان کئے جانے کی بہت سی مثالیں بیان کرنے کے بعد حضرت شاہ صاحب نے آثار صحابہ سے اس کی مثالیں دی ہیں، پھر تحریر فرماتے ہیں:

"ثم لم يزل التابعون ثم من بعدهم العلماء المجتهدون يعللون الاحكام بالمصالح ويفهمون معانيها ويخرجون للحكم المنصوص مناطا مناسبا لدفع ضر أو جلب نفع كما هو مبسوط في كتبهم ومذاهبهم"
(حجۃ اللہ البالغہ اول ص/۳۱)

(پھر تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ مجتہدین احکام کی تعلیل مصالح سے کرتے رہے، احکام کے معانی پر غور کرتے رہے، اور منصوص حکم کے لئے دفع ضرر یا جلب منفعت کے کسی مناسب مناط کی تخریج کرتے رہے جیسا کہ ان کی کتابوں اور مذاہب میں مفصل موجود ہے)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان لوگوں پر بھی تفصیلی نقد کیا ہے جن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ احکام شریعت فی الجملہ مصالح و مقاصد کے ساتھ مربوط تو ہیں لیکن علم مقاصد کی تدوین، اس کے اصول و فروع کی ترتیب عقلاً محال ہے، کیونکہ ان میں بڑا غموض و خفا ہے، اور شرعاً بھی ممنوع ہے، کیونکہ سلف نے عہد نبوی سے قریب ہونے اور اپنی علمی گیرائی اور گہرائی کے باوجود اس فن کو مدون نہیں کیا، وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس فن کو مدون کرنے میں کوئی قابل ذکر فائدہ نہیں ہے، شریعت پر عمل ان مصالح کے جاننے پر موقوف نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے ان تمام باتوں کو ظنون فاسدہ قرار دے کر مذکورہ بالا شبہات کا مفصل جواب دیا ہے، اور علم مقاصد شریعت کی تدوین کے ساتھ بڑے فوائد کا ذکر کیا ہے، جسے حجۃ اللہ البالغہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شریعت کے مصالح و مقاصد پر پورا زور دینے اور ان کی اہمیت نمایاں کرنے کے باوجود حضرت شاہ صاحب یہ تنبیہ بھی ضروری سمجھتے ہیں:

"نعم كما أوجبت السنة هذه والعقد عليها الإجماع فقد أوجبت أيضا أن نزول

القضاء بالإيجاب و التحريم سبب عظيم في نفسه مع قطع النظر عن تلك المصالح لا ثابة المطيع وعقاب العاصي وانه ليس الأمر على ما ظن من أن حسن الأعمال و قبحها بمعنى استحقاق العامل الثواب و العقاب عقليان من كل وجه (جلد اول ص/۳۲)

(ہاں جس طرح سنت نے اس کو ثابت کیا ہے اور اس پر اجماع منعقد ہوا ہے اسی طرح سنت نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ واجب کرنے اور حرام کرنے کا فیصلہ آجانا ان مصالح سے قطع نظر خود اطاعت کرنے والے کو ثواب دینے اور نافرمانی کرنے والے کو سزا دینے کا عظیم سبب ہے، معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسا گمان کر لیا گیا ہے کہ اعمال کا حسن اور قبح عمل کرنے والے کے ثواب و عقاب کے مستحق ہونے کے معنی میں ہر اعتبار سے عقلی ہیں)

کتاب و سنت، آثار صحابہ، اجتہادات فقہاء میں مقاصد شریعت کا خاصا بڑا حصہ پائے جانے کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ اسلامی لٹریچر میں مقاصد شریعت پر مستقل کتابیں یا تفصیلی بحثیں بہت کم ملتی ہیں۔

مقاصد شریعت کے چند اہم مصنفین اور کتابیں

امام غزالی کے استاذ امام الحرمین عبد الملک الجوینی (۴۷۸ھ) کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اصولی طور پر مقاصد شریعت پر بحث کی، ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی تعریف اور حد بندی کی، امام الحرمین کی دو کتابوں "البرہان فی اصول الفقہ" اور "غیاث الامم فی التیاث الظلم" معروف بہ الغیاثی میں مقاصد شریعت کے موضوع پر ان کے خیالات بڑے واضح اور مدلل انداز میں آگئے ہیں، مقاصد شریعت پر لکھنے والے اکثر معاصر مصنفین نے "البرہان فی اصول الفقہ" سے تو بڑی حد تک استفادہ کیا ہے لیکن اکثر مصنفین الغیاثی کی اہمیت اور مقاصد شریعت کے مباحث میں الغیاثی کے رول سے ناواقف ہیں حالانکہ امام الحرمین نے الغیاثی میں زیادہ تفصیل، تحقیق اور تجزیہ کے ساتھ مقاصد شریعت کے مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔

امام الحرمین الجوینی کے شاگرد رشید امام غزالی (۵۰۵ھ) نے اپنی تصنیفات میں اپنے استاذ کے خیالات کو زیادہ آسان انداز میں پیش کیا اور مصالح و مقاصد شریعت کے موضوع پر اپنے استاذ کے کام کو آگے بڑھایا، امام غزالی کی کتابوں "المستصفی، المنخول، شفاء الغلیل" اور "احیاء علوم الدین" میں مقاصد شریعت کا نظریہ زیادہ نکھر کر سامنے آتا ہے، غالباً سب سے پہلے امام غزالی ہی نے شریعت کے مقاصد خمسہ حفاظت دین، حفاظت نفس، حفاظت نسب یا نسل، حفاظت عقل، حفاظت مال پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور اس سلسلے میں احکام شرع کی درجہ بندی کرنے کی کوشش کی ہے۔

امام غزالی کے بعد مقاصد شریعت کے موضوع پر سب سے قد آور شخصیت سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام (۶۶۰ھ) کی ہے، جنہوں نے اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھ کر مقاصد شریعت کے موضوع کو زیادہ نکھارا، ان کی کتاب "قواعد الاحکام فی مصالح الانام" نے زیادہ شہرت پائی، حالانکہ ان کی کتاب "شجرۃ المعارف والاحوال وصالح الاقوال والاعمال" میں بھی مقاصد شریعت سے متعلق کافی مباحث و افادات موجود ہیں، اور اسے مقاصد شریعت کی تطبیقی کتابوں میں شمار کیا جانا چاہئے، اسی طرح ان کی کتاب "الفوائد فی اختصار المقاصد" یا "القواعد الصغری" بھی اس موضوع پر کافی معلومات افزا اور فکر انگیز کتاب ہے۔

سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام (۶۶۰ھ) کے مایہ ناز شاگرد علامہ شہاب الدین قرافی (۶۸۵ھ) نے بھی مقاصد شریعت کے موضوع سے خاصا اعتناء برتا ہے، انہوں نے "شرح تنقیح الفصول" میں مقاصد شریعت پر بعض اصولی بحثیں کی ہیں، اور ان کی مشہور کتاب "الفروق" میں مقاصد شریعت اور اسرار احکام پر بڑا قیمتی مواد موجود ہے۔

قرافی کے بعد مصالح و مقاصد شریعت کے موضوع کی ایک معرکۃ الآراء اور ہنگامہ خیز شخصیت نجم الدین طوفی (۷۱۶ھ) کی ہے، جنہوں نے حدیث "لاضرر ولاضرار" کی شرح میں بڑی تفصیل سے مصالح و مقاصد شریعت پر گفتگو کی ہے، اور معاملات و عادات کے ابواب میں مصالح کو نصوص و اجماع تک پر ترجیح کی وکالت کی ہے، اسی طرح طوفی نے "شرح مختصر الروضۃ" میں بھی اس مسئلہ پر کلام کیا ہے، طوفی کی شخصیت شروع سے کافی متنازعہ اور ہنگامی رہی ہے، مصالح کے بارے میں ان کا نظریہ خاص طور پر نقد و نظر کا نشانہ بنا ہے، حافظ ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ) اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے انہیں رافضی قرار دیا ہے۔

بیسویں صدی کے بعض مصنفین نے طوفی کا زبردست دفاع کیا ہے، ان پر رافضیت کے الزام کو معاصرانہ چشمک کا نتیجہ قرار دیا ہے، لیکن حافظ ابن رجب کے ذمہ دارانہ بیان کو یوں چٹکیوں میں نہیں اڑایا جا سکتا، پھر خود طوفی کی تصنیفات کی داخلی شہادتیں اس الزام کو حق بہ جانب ثابت کرتی ہیں، طوفی کے نظریہ مصالح کو دور حاضر کے اکثر معاصر علماء بھی رد کرتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) کی تصنیفات و فتاوی میں بھی مقاصد شریعت و مصالح احکام کی روح کارفرما نظر آتی ہے، انہوں نے مقاصد شریعت کو پانچ چیزوں میں محدود کرنے پر اپنے فتاوی میں تنقید کی ہے، اور چند دیگر مقاصد کی طرف اشارہ کیا ہے، حافظ ابن تیمیہ کے مایہ ناز شاگرد حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ) کے یہاں مقاصدی اجتہاد کا رنگ زیادہ نکھرا ہوا نظر آتا ہے، اعلام الموقعین میں انہوں نے شریعت اسلامی کے ایسے بہت سے احکام کو بھی عقل و قیاس سے ثابت کیا ہے اور ان کے مصالح پر روشنی ڈالی ہے جن کو عام طور پر فقہاء و غیر مدرک بالقیاس یا خلاف قیاس قرار دیتے ہیں، حافظ ابن قیم نے بڑے واشگاف انداز میں لکھا ہے:

"إن الشريعة مبناها وأساسها على الحكم ومصالح العباد في المعاش والمعاد، وهي عدل كلها و مصالح كلها و حكمة كلها، فكل مسالة خرجت عن العدل إلى الجور و عن الرحمة إلى ضدها وعن المصلحة إلى المفسدة و عن الحكمة إلى العبث فليست

من الشريعة وإن أدخلت فيها بالتاويل فالشريعة عدل الله بين عباده۔"

(شریعت کی بنیاد و اساس حکمتوں پر اور دنیا و آخرت میں بندوں کے مصالح پر ہے، شریعت پوری کی پوری عدل اور مصلحت و حکمت ہے، لہٰذا جو وہ مسئلہ جو عدل سے ظلم کی طرف، رحمت سے اس کی ضد کی طرف، مصلحت سے مفسدہ کی طرف، حکمت سے عبث کی طرف نکل جائے وہ شریعت کا حصہ نہیں ہے، اگرچہ اسے تاویل کر کے شریعت میں داخل کر دیا گیا ہو، پس شریعت اپنے بندوں کے درمیان اللہ کا انصاف ہے (مفتاح دار السعادۃ و منشور ولایۃ العلم والارادۃ ۲-۲)

آٹھویں صدی ہجری میں ہی وہ بلند پایہ شخصیت ظہور پذیر ہوئی جس نے مقاصد شریعت کے موضوع کو اپنی فکر و توجہ کا مرکزی موضوع بنایا، اور اس موضوع پر ایسا شاندار گلستان آراستہ کیا کہ متقدمین کی نکتہ آفرینیاں ماند پڑ گئیں، میری مراد امام ابو اسحٰق شاطبی (۷۹۰ھ) سے ہے، جنہوں نے "الموافقات فی أصول الشریعۃ" لکھ کر علم مقاصد کو ایک نئی جہت دی، اور اہل علم کے لئے اس علم کے دروازے کھول دیئے، چار جلدوں کی یہ کتاب مقاصد شریعت پر سب سے اہم کتاب تسلیم کی جاتی ہے، شاطبی کی تنہا یہی کتاب انہیں زندہ جاوید رکھنے کے لئے کافی ہے۔

علامہ شاطبی کے بعد مقاصد شریعت پر تصنیف کے میدان میں طویل سناٹا نظر آتا ہے، یہاں تک کہ بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ) کی کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" منظر عام پر آئی، اس کتاب نے دین کے تمام شعبوں (عقائد، عبادات، معاملات، عقوبات اور اخلاقیات) کو عقل و برہان کے پیرا ہن میں پیش کیا، اور احکام دین کے مصالح و مقاصد پر بڑی بلاغت اور تفصیل سے روشنی ڈالی، "حجۃ اللہ البالغۃ" کے علاوہ "ازالۃ الخفاء، البدور البازغۃ" اور "التفہیمات الالٰہیہ" میں بھی جابجا مصالح و مقاصد کی بحثیں بکھری ہوئی ہیں۔

ہندوستان کے علماء میں حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد جس شخصیت نے اپنی تحریروں سے اسرار شریعت کی نقاب کشائی کی، اور اسلامی تعلیمات کو عقلی دلائل کے پیرا ہن میں پیش کیا، اسلامی تعلیمات پر وارد کئے جانے والے عقلی شبہات کا اطمینان بخش جواب دیا وہ حکیم الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی (۱۲۹۷ھ) ہیں، انہوں نے اپنی کتابوں، رسائل، اور خطبات کے ذریعہ نیا علم کلام پیش کیا، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے کام کو آگے بڑھایا۔

حضرت نانوتوی کے بعد مقاصد و مصالح شریعت کے موضوع پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ) کا کام خاصا گراں قدر ہے، اپنی مختلف تصنیفات تحریروں اور مواعظ میں انہوں نے اسرار شریعت کی نقاب کشائی کی اور جدید شبہات کا جواب دیتے ہوئے احکام شریعت کے مصالح و مقاصد کو اجاگر کیا، اس سلسلہ میں ان کی کتاب "المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ" خاص طور پر فکر انگیز اور بصیرت افروز ہے۔

دور آخر میں مفکر اسلام حضرت مولانا ابو الحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الارکان الاربعۃ" مقاصد شریعت کے موضوع پر بڑی روح پرور اور فکر انگیز کتاب ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج کے اسرار و مصالح پر امام غزالی اور حضرت شاہ ولی اللہ کے افکار کو عصری اسلوب دیا ہے اور بہت سے مقامات میں اپنی عرفانی نظر سے بہت سے لطیف اسرار و حکم کا اضافہ کیا ہے۔

اس تحریر میں مقاصد اور اسرار شریعت کے موضوع پر کئے گئے تمام کاموں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں، بلکہ اس کی چند اہم کڑیوں کا مختصر اتذکرہ کرنا منظور تھا۔

انیسویں اور بیسویں صدی میں مختلف ممالک کے علماء نے اسلامی عقائد و تعلیمات کو ثابت کرنے اور جدید عقلیت کے پیدا کردہ شبہات کا جواب دینے کے لئے جو گراں قدر لٹریچر تیار کیا اگر اس کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور اس میں مقاصد و مصالح شریعت کا جو مواد بکھرا ہوا ہے اسے یکجا کیا جائے تو مقاصد شریعت کے موضوع پر بڑا وقیع کام ہو سکتا ہے۔

بلاد عربیہ میں علامہ شاطبی کی طرف مقاصد شریعت کو موضوع بنا کر کام کرنے کا سلسلہ بہت طویل عرصہ تک موقوف رہا، یہاں تک کہ بیسویں صدی عیسوی میں علامہ محمد طاہر بن عاشور تونسی (۱۹۷۳ء) نے علامہ شاطبی کے کام کو آگے بڑھایا اور اپنی شہرۂ آفاق کتاب "مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ" تصنیف کی، جو دور حاضر میں اس موضوع پر سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، طاہر بن عاشور نے شاطبی کے کام کو مرتب کرنے اور اس کا اختصار و تشریح کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنے غور و فکر اور تحقیق سے اس موضوع پر کافی اضافہ کیا، نئے نظریات پیش کئے۔

اس دور کے ایک دوسرے مفکر اور عالم علامہ علال فاسی نے بھی "مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ ومکارمہا" کے نام سے کتاب لکھی جو اس موضوع پر ایک وقیع اضافہ ہے۔

المعہد العالی للفکر الاسلامی جسے چند عرب مفکرین اور فضلاء نے ۱۹۸۱ء (۱۴۰۱ھ) میں قائم کیا اس نے اسلامی فکر کی تشریح و تصحیح اور علوم کو اسلامی روح و قالب میں ڈھالنے کا مشن شروع کیا، اس نے مقاصد شریعت کے موضوع کو بھی خاص اہمیت دی، اور اس موضوع پر بحث و تحقیق کی ہمت افزائی کی، المعہد العالی للفکر الاسلامی کی طرف سے اب تک اس موضوع پر کئی گراں قدر کتابیں شائع ہو چکی ہیں، مثلاً

"نظرية المقاصد عند الامام الشاطبي للدكتور احمد الريسوني، نظرية المقاصد عند الامام محمد الطاهر بن عاشور للدكتور اسماعيل الحسني، قواعد المقاصد عند الامام الشاطبي للدكتور عبد الرحمن ابراهيم الكيلاني، نحو تفعيل مقاصد الشريعة للدكتور جمال الدين عطية، المقاصد العامة للشريعة الاسلامية للدكتور يوسف حامد العالم."

المعہد العالمی للفکر الاسلامی کے تعاون سے مقاصد شریعت کے موضوع پر منعقد ہونے والے اس ورکشاپ کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ ہمارے ذہین

نوجوان علماء اور اصحاب افتاء مقاصد شریعت پر اب تک کئے گئے کاموں سے واقف ہوں، ان پر تحقیقی اور تنقیدی نظر ڈالیں، بحث و مناقشہ کے ذریعہ اس موضوع کے مختلف مسائل اور گوشوں کو نکھارنے کی کوشش کریں، اور اس موضوع کے تشنہ تحقیقی پہلوؤں پر بحث و تحقیق کا عزم و ارادہ لے کر اس ورکشاپ سے واپس جائیں۔

شہر دہلی اور مقاصد شریعت ورکشاپ

حضرت شاہ الامام احمد بن عبد الرحیم ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ) کے اس شہر دہلی میں مقاصد شریعت کے موضوع پر منعقد ہونے والا یہ پانچ روزہ ورکشاپ بڑا خوش آئند اور مبارک قدم ہے، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی شہر کو اپنی تعلیمی، اصلاحی، تربیتی اور فکری تحریک کا مرکز بنایا تھا، اسی شہر میں ان کی وہ درسگاہ تھی جس میں تعلیم و تربیت پا کر ایسے رجال کار تیار ہوئے جنہوں نے پورے برصغیر میں اصلاح و تجدید کا ایسا پرشکوہ اسکول قائم کیا جس نے پورے عالم اسلام کی علمی اور فکری، دینی اور دعوتی رہنمائی کی، اسی شہر میں حجۃ اللہ البالغہ لکھی، جو اسلامی لٹریچر میں مقاصد شریعت کے موضوع پر چند بہترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے، اسی شہر دہلی کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے عالی مرتبت فرزندان حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی (۱۲۳۹ھ) حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۲۳۳ھ) اور حضرت شاہ عبد القادر دہلوی (۱۲۳۰ھ) نے اسے اپنی علمی، تدریسی، تصنیفی اور اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عبقری اور مجاہد پوتے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۶ھ) کی علمی، تصنیفی، اصلاحی اور انقلابی کوششوں کا آغاز بھی اسی سرزمین دہلی سے ہوا۔

اور جب ہم مزید اوراق پلٹتے ہیں تو ہماری نظروں کے سامنے وہ منظر بھی کھنچ جاتا ہے کہ اسی شہر میں حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) کی مسند درس قائم ہے، حدیث اور علوم حدیث پر ان کی تدریسی اور تصنیفی خدمات کا سلسلہ جاری ہے، "اللمعات، اشعۃ اللمعات، اور اخبار الاخیار" جیسی گرانقدر کتابیں ان کے قلم گہربار قلم سے لکھی جا رہی ہیں، خانوادہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث و علوم حدیث کی تدریس و تصنیف میں مصروف ہیں، اور ان کی کوششوں سے علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث و علوم حدیث کے زمزمے شمالی ہند میں گونج رہے ہیں۔

ہم کچھ اور پیچھے کی طرف لوٹتے ہیں تو فکر و خیال کی دنیا میں فتاوی تاتارخانیہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، جو ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا سے کم نہیں ہے، یہ عظیم الشان فقہی کتاب بھی اسی سرزمین دہلی میں آٹھویں صدی ہجری میں شیخ عالم بن علاء (۷۸۶ھ) کے قلم سے لکھی گئی، حکومت ہند کی توجہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے ساتھ فتاوی تاتارخانیہ کی چند جلدیں شائع ہوئیں، لیکن حضرت قاضی مرحوم کی وفات کے بعد اس کی اشاعت کا سلسلہ موقوف ہو گیا، کاش کہ حکومت ہند یا یہاں کا کوئی تحقیقی و تصنیفی ادارہ فتاوی تاتارخانیہ کی باقی جلدوں کی تحقیق و اشاعت کا کام اپنے ذمہ لے تو یہ علم کی بہت بڑی خدمت ہوگی، اور ہندوستان کا نام پوری دنیا میں روشن ہوگا۔

سرزمین دہلی کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اسی شہر میں ساتویں صدی ہجری میں قاضی عماد الدین محمد بن محمد بن اسماعیل الاشنورقانی (متوفی ۶۴۶ھ) نے آداب قضاء اور اس کے متعلقات پر "صنوان القضاء وعنوان الافتاء" جیسی عظیم الشان کتاب تصنیف کی جسے چند سال پہلے کویت کی وزارت اوقاف نے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے باقی حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں شائع کیا۔

اس موقع پر ہم حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی (۱۲۶۷ھ) استاذ دہلی کالج کو بھی نہیں فراموش کر سکتے جنہوں نے بہت طویل مدت تک اسی شہر دہلی میں درس و تدریس کی بساط بچھائی تھی جن کی تعلیم سے بہرہ ور ہو کر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (۱۲۹۷ھ) اور فقیہ الاسلام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۳ھ) جیسے قد آور اصحاب تحقیق علماء پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی تعلیمی و اصلاحی تحریک کے ذریعہ ہندوستانی مسلمانوں میں نئی روح پھونک دی اور پورے ہندوستان میں جا بجا مدارس کی شکل میں اسلامی قلعے تعمیر کئے۔

مقاصد شریعت کے موضوع کی نزاکت

مقاصد شریعت کا موضوع جو اس پانچ روزہ ورکشاپ کا مرکزی موضوع ہے، بہت اہم اور نازک ہے ایک طرف ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ایک فقیہ اور مفتی کے لئے شریعت کے احکام و تعلیمات کے مقاصد اور اسرار سے واقف ہونا انتہائی ضروری ہے، مدارج احکام کی شناخت اور نت نئے مسائل کو حل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک فقیہ اور عالم نصوص کے الفاظ اور متبادر معانی ہی پر اکتفاء نہ کرے، بلکہ احکام کی علتوں اور حکمتوں، احکام سے شریعت کے مقاصد اور ان کے اسرار پر بھی اچھی نظر رکھتا ہو تو دوسری طرف یہ بھی واقعہ ہے کہ دور حاضر میں دانشوری اور اجتہاد کا دعویدار ایک طبقہ مقاصد شریعت کی دہائی دے کر خود شریعت کو پامال کرنے کی کوشش میں ہے، "خود ساختہ مقاصد شریعت" کی آڑ میں کتاب و سنت کی صریح احکام، کھلے ہوئے اوامر و نواہی سے فرار و گریز کا راستہ اپنانا چاہتے ہیں، اور دور قدیم کے فرقہ باطنیہ کی طرح نصوص کے الفاظ و احکام کو ان کے صحیح اور اصلی معانی سے ہٹا کر بے بنیاد، خود ساختہ معانی پہنانے کی کوشش میں ہیں، اس طرح یہ گروہ شریعت کی بنیادوں پر تیشہ چلا رہا ہے، اور شرعی احکام کا مذاق اڑا رہا ہے۔

راہ اعتدال اس افراط و تفریط کے درمیان ہے، نہ تو یہ رویہ درست ہے کہ غیر منصوص مسائل کا شرعی حکم متعین کرنے میں نصوص کتاب و سنت سے ثابت یا مستنبط مقاصد شریعت کو نظر انداز کیا جائے، اور احکام شرع کے مصالح و اسرار سے غفلت برتی جائے، اور نہ یہ طریقہ قابل برداشت ہے کہ نصوص کتاب و سنت سے بے نیاز ہو کر احکام شریعت کے خود ساختہ مقاصد طے کر لئے جائیں، اور ان کی آڑ لے کر کتاب و سنت کے صریح احکام کو دین سے خارج کرنے کی کوشش کی جائے، یہ تو کھلا ہوا الحاد و زندقہ ہے۔ ☆☆☆

چراغ راہ

''حالات بدل سکتے ہیں''

سال کا پہلا دن- کتاب کا آخری ورق

انگلیاں فگار اپنی خامہ خوں چکاں اپنا

پروفیسر محسن عثمانی ندوی
صدر شعبۂ عربی مولانا آزاد یونیورسٹی حیدرآباد

آج نئے سال کی پہلی تاریخ ہے اور زیر ترتیب کتاب ''حالات بدل سکتے ہیں'' کا آخری ورق لکھنے کے لئے قرطاس وقلم لے کر بیٹھا ہوں، سوچتا ہوں کہ کیا اپنی اس نئی تصنیف ''حالات بدل سکتے ہیں'' کے شائع ہونے سے حالات بدل جائیں گے اور کیا اس سے ملت کا مریض نیم جاں صحت مند ہوجائے گا، دماغ نے سوال کا جواب دیا کہ حالات کی تبدیلی کے لیے شعور کی بیداری ضروری ہے اور یہ تصنیف شعور کو بیدار کرنے کی ایک کوشش ہے، دل نے پھر سوال کیا کہ کیا اس تصنیف سے ملت کا شعور بیدار ہوجائے گا؟

راقم سطور کی ایسی کوئی خوش فہمی نہیں کہ اس کی اس کتاب سے مسلمانوں کا شعور بیدار ہوجائے گا، تاہم یہ ایک ٹوٹی پھوٹی کوشش ہے، اندھیرا جب ہر طرف پھیل جائے تو اندھیرے کا غم انگیز نوحہ کہنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ انسان ایک موم بتی یا ایک چراغ جلادے، یہ کتاب بھی اندھیرے میں ایک چراغ سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتی ہے، حالات بدل سکتے ہیں یا حالات کیوں بگڑ گئے اس موضوع پر پہلے اہل فکر وقلم حضرات کی تحریریں شائع ہوچکی ہیں، ان بیش قیمت تحریروں کا حلقہ اثر چند ہزار سے متجاوز نہیں ہوگا، یہ کتاب اگرچہ زیادہ مفصل ہے اور مسائل کا حل قرآن کی روشنی میں، مسائل کا حل سیرت کی روشنی میں، مسائل کا حل تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں اور حالات وحوادث کے سبق اور دوسرے عنوانات پر مشتمل ہے، لیکن یہ کیسے توقع کرلی جائے کہ یہ کتاب دس ہزار ہاتھوں تک بھی پہونچ جائے گی۔

کل ۳۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء کی صبح اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ مشہور آرٹسٹ ایم ایف حسین کی بائیس پینٹنگس (Paintings) دس لاکھ ڈالر میں فروخت ہوگئی، جس شخص نے قدردانی کا مظاہرہ کیا وہ لندن میں مقیم ایک ہندوستانی ہے، ایک طرف ایک مصور کی تصویریں ہیں دوسری طرف مفکر حضرات کی تحریریں ہیں، تصویروں کی خوش قسمتی ہے کہ وہ دس لاکھ ڈالر میں فروخت ہوگئیں تحریروں کی شومئی قسمت ہے کہ وہ شاید دس ہزار انسانوں تک بھی نہیں پہونچ سکیں اور فکر کی ساکن سطح میں کوئی ارتعاش اور کوئی تموج نہیں پیدا کرسکی، تصویروں میں اگر مصور کا خون جگر شامل ہے تو مذکورہ تحریریں بھی یقیناً خون دل کی روشنائی سے لکھی گئی تھیں۔

مسلمانوں کی قسمت کا چاند مدتوں سے سیاہ بادلوں میں لپٹا ہوا ہے، تاریک اور طویل رات ہے کہ ڈھلنے کا نام نہیں لیتی ہے۔ پورے عالم اسلام میں آج کوئی کاسۂ سر نظر نہیں آتا ہے جو عزت اور ظفر مندی کا تاج پہن سکے، وہ احرار اور صاحبان عزو وقار اب موجود نہیں جنھوں نے حقیقی خود مختاری اور واقعی آزادی کی خلعت فاخرہ پہن رکھی ہو، کاسۂ درویزہ گری اور کشکول گدائی بہت سے حکمرانوں کے ہاتھ میں ہے وہ دوسروں کے زیر دست ہیں وہ اگر تخت طاؤس پر بھی جلوس افروز ہوں تو اس کا ہر تختہ ان کی نااہلی کا گواہ بن جائے بہت سے ملک دولت مند ہیں لیکن ان کی سیاست غیروں کی مرہون منت، ان کی سلطنت شیشۂ شراب سے نازک تر ہے، ایک وہ وقت تھا جب مسلمانوں کی عظمت اور کارناموں سے گنبد مینا پر شور تھا، ایک یہ وقت ہے کہ مسلسل شکست وہزیمت سے ملت کا جسم لہولہان ہے، آسمان راحق بود گر خوں بہارد برزمیں۔

جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو اس کی عقل پر بھی انحطاط طاری ہوجاتا ہے، اگر مسلمانوں میں عقل و شعور موجود ہوتا تو حالات دگرگوں نہ ہوتے اور ان کے مفکرین کی کتابیں کم از کم دس لاکھ انسانوں تک ضرور پہونچ جاتیں، کیونکہ حالات کی تبدیلی کے لئے ملت کے بے حس وحرکت جسم کو جھنجھوڑ دینے کی ضرورت ہے، آج اس نفخ صور کی ضرورت ہے جو مردہ لاشوں میں زندگی پیدا کردے، آج ان تیز وتند ہواؤں کی ضرورت ہے کہ جو جمود کے خیموں کو اکھاڑ دے، ہر انقلاب سے پہلے فکر کی تربیت کا مرحلہ ضرور آتا ہے، جس کے لئے کتاب ایک ضروری عامل ہے، اور ذہن سازی کے بغیر کوئی انقلاب رونما نہیں ہوتا ہے، لیکن یہ کتاب کتنے انسانوں تک پہونچ سکے گی؟

آج نیا سال کا پہلا دن ہے اور کتاب کا آخری ورق زیر تحریر ہے، لوگ ایک دوسرے کو نئے سال کی مبارک باد پیش کررہے ہیں، اور نیک تمناؤں کا اظہار کررہے ہیں، لیکن نہیں معلوم کہ یہ نیا سال مسلمانوں کے لئے کامرانی اور شادمانی کی سوغات لے کر آئے گا، یا بربادی اور نامرادی کی آفات لے کر آئے گا اور پھر کوئی نئی برق بلا مسلمانوں پر گرے گی، پہلے زور وشور سے دعوی کیا گیا تھا کہ اکیسویں صدی ہماری ہوگی، لیکن سوچنے کی بات ہے کہ پہلے سے تیاری کے بغیر صدی ہماری کیوں کر ہوسکتی ہے۔

مایوسی پیدا کرنا مقصد تحریر نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، قرآن میں غلبۂ اسلام کی بشارتیں آئی ہیں، ان بشارتوں سے اطمینان ہوتا ہے، اور امید کے چراغ جل اٹھتے ہیں، لیکن صرف اطمینان کافی نہیں بلکہ تیاریوں کے آغاز کی ضرورت ہے۔

مسند احمد کی حدیث ہے اور مقداد بن اسودؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس روئے زمین پر پتھر یا مٹی کا کوئی گھر ایسا نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ اسلام کو داخل کردے گا، اسلام سے تعلق عزت اور سربلندی کا باعث ہوگا جب کہ اس سے دوری انسانوں کے لئے ذلت اور پستی کا سبب بنے گی۔

مسند احمد کی دوسری حدیث ہے جس میں آپ ﷺ کی پیشن گوئی سے متعلق صحابہ نے سوال کیا کہ قسطنطنیہ اور رومیہ میں سے کون سا شہر پہلے مسلمان فتح کریں گے، آپؐ نے جواب دیا ''ہرقل کے شہر کو پہلے فتح کیا جائے گا'' رومیہ روم ہے، اٹلی کا دارالسلطنت اس سے مراد ہے، ہرقل شہر قسطنطنیہ پہلے سلطان محمد فاتح کے ہاتھ سے فتح ہوچکا ہے لیکن اٹلی کی فتح باقی ہے، ابھی یہ پیشن گوئی پوری نہیں ہوئی ہے، لفظ فتح سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اس کا رشتہ تلوار سے وابستہ ہے، قرآن میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا گیا ہے، اور علم وقلم کے عہد میں دلیل اور دعوت کے ذریعہ بھی ملک فتح ہوسکتے ہیں، جدید عہد میں مختلف عالمی نظریات کی ناکامی دراصل غلبہ اسلام کا دیباچہ ہے، زبردست تیاری کے ذریعہ غلبہ کی نئی تاریخ کی داغ بیل ڈالی جاسکتی ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ یہودی تم سے جنگ کریں گے، اور تم ان پر غلبہ حاصل کرلوگے یہاں تک کہ پتھر پکار کر کہے گا کہ ''اے مسلم ادھر آدیکھ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے، تو اسے قتل کردے۔''

غلبہ اسلام تو پتھر کی لکیر کی طرح اٹل ہے، حالات کا اندھیرا کتنا ہی سخت ہو، غلبۂ اسلام کی صبح نمودار ہوکر رہے گی، جب تک غلبہ اسلام نہیں ہوگا آفتاب سوا نیزے پر نہیں آئے گا، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح نہیں اڑیں گے، میزان عدل برپا نہیں ہوگی اور قیامت نہیں آئے گی، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی کام کے لیے عجلت اور جلد بازی نہیں ہے پہلے غلبۂ اسلام کے لئے مسلمانوں کو اپنے اندر ایمان وعمل کی اہلیت پیدا کرنی ہوگی، تب یہ خدائی وعدہ (وکان حق علینا نصر المومنین) پورا ہوگا، اور اگر ہم نے اہلیت پیدا نہیں کی تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم پیدا کردے گا جس کے اندر اہلیت ہوگی، اللہ نے کہا ہے (وان تولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم) (محمد/۳۸)۔

کتاب کا آخری ورق اس لئے لکھا جارہا ہے کہ پڑھنے والا دوسروں کو کتاب کا مخاطب سمجھنے کے بجائے خود اپنے آپ کو مخاطب سمجھے، دوسروں کا انتظار کئے بغیر خود اپنی زندگی میں انقلاب لائے، اگر ایسا نہیں ہوا تو بہت سی دوسری تحریروں کی طرح یہ کاوش بھی بے نیل ومرام ہوگی، یہ آواز بھی صدا بصحرا ثابت ہوگی اور فضا میں تحلیل ہوجائے گی۔

''حالات بدل سکتے ہیں'' بشرطیکہ ہم میں سے ہر شخص نئے سال میں نیا عہد کرے اور

۱- اللہ کی طرف رجوع ہو، گناہ سے تائب ہو، قرآن وسنت کو مضبوطی سے پکڑلے، روزانہ ان کے مطالعہ کا اہتمام کرے۔

۲- اپنے دائرہ کار اور میدان عمل میں خواہ وہ تجارت ہو یا زراعت ہو صنعت ہو یا حرفت ہو، ملازمت ہو یا طالب علمی ہو، اپنے اندر امتیاز وتفوق کی شان پیدا کرے، دوسروں سے کئی گنا زیادہ محنت کرے اور وقت کو ضائع ہونے سے بچائے۔

۳- اپنے کردار کو جگمگائے، حسن اخلاق میں دوسروں کے لئے نمونہ بن جائے۔

۴- خود تعلیم یافتہ ہو اور خاندان میں دوسروں کو تعلیم یافتہ بنائے، اپنی اور دوسروں کی اقتصادی حالت درست کرے، دولت کو اللہ کی راہ میں اور مسلمانوں کی ترقی پر خرچ کرے۔

۵- اپنے قول وعمل، گفتار وکردار سے ماحول میں اسلام کا تعارف کرائے اور غلط فہمیوں کو دور کرے۔

۶- عظمت رفتہ کی بازآفرینی کے لئے جو نسخہ تجویز کیا گیا ہے خود اس پر عمل کرے اور اسے دوسروں تک پہونچائے۔

۷- باہمی افتراق سے بچے اتحاد کی کوشش کرے، انفرادی زندگی میں بے جا تنقید اور غیبت سے مکمل پرہیز کرے۔

آسمان سے جب بادل اٹھتے ہیں تو دور اور قریب ہر خطہ زمین کو سیراب کردیتے ہیں، اس ملت کو بھی جو دنیا کے کئی براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے، ایمان ویقین اور علم وعمل کی تحریک کی ضرورت ہے جو بادل بن کر چھا جائے اور بارش بن کر برس جائے، جس سے خشک کھیتیاں لہلہا جائیں باغ سرسبز وشاداب ہوجائیں اور روٹھی ہوئی بہار پھر واپس آجائے، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ ●●●

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی اہم کتاب

﴿اصلاحیات﴾

مندرجہ ذیل موضوعات پر

☆ روشنی کا مینار ☆ مرد خدا کا یقین ☆ نیا خون ☆ مذہب یا تہذیب ☆ یہ اخلاقی گراوٹ کیوں؟ ☆ ہندوستانی سماج کی جلد خبر لیجئے ☆ آنکھوں کی سوئیاں ☆ دنیا کی سالگرہ ☆ مسلمانوں پر ایک نظر قلب پر تین اثر ☆ صورت وحقیقت ☆ انسان کی تلاش ☆ دنیا کی فلاح اور انسان کا کردار۔

خوبصورت کتابت وطباعت۔ قیمت/۴۰ روپے

ناشر

مکتبۂ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ یوپی۔ انڈیا

لسانیات

الفاظ کا مطالعہ

الفاظ ومعانی کا ایک دلچسپ وانوکھا گلستاں

ڈاکٹر ف۔عبدالرحیم

الفاظ کا تاریخی مطالعہ بہت ہی دلچسپ علم ہے۔ الفاظ صرف مجموعہ اصوات ومحل معانی ہی نہیں، ان کے اندر قوموں کی تاریخ پنہاں ہوتی ہے۔ یہ ان کے رسم ورواج، ان کے عقائد، اور ان کے تخیلات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ جس طرح آثار قدیمہ کے ماہرین ہڈیوں، برتن کے ٹکڑوں وغیرہ سے تاریخ کے ٹوٹے ہوئے حلقوں کو جوڑ لیتے ہیں، اسی طرح علمائے لغت الفاظ کے مطالعہ کی مدد سے تاریخ کے جھروکوں میں جھانک کر ماضی کے بعض تاریک گوشوں پر روشنی ڈالنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

لفظ "وارنش" کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ماضی بعید میں لیبیا کے قدیم شہر "برنیق" میں اس کی ابتدا ہوئی، اسی شہر کے نام نے لاطینی میں Veronix کو جنم دیا جو بعد میں چل کر Varnish بنا۔

لفظ Copper کی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ تانبے کا اصلی وطن قبرص (Cypress) ہے، اور یہ دھات اسی جزیرے کے نام سے موسوم ہے۔ یاد رہے کہ عربی میں "قبرص" اس جزیرے کو بھی کہتے ہیں، اور بہترین قسم کے تانبے کو بھی۔

جنوبی ہند کی تمل زبان میں مسلمانوں کے لیے ایک لفظ "تلک" بھی بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ "ترک" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ قرون وسطی میں ترکوں کی قوت وسطوت، عالمی سیاست میں ان کی اہمیت اور ان کے اسلامی تشخص کے ظہور کے پیش نظر "ترک" "لفظ" "مسلمان" کے مترادف بن چکا تھا، اس زمانے کی انگریزی میں بھی لفظ Turk سے مراد مسلمان ہی ہوتا تھا۔ ۱۶۹۷ء کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

He is a Christian at rome , a Heathen at Japan, a Turk at Constantinople.

اور to tun Turk کی اصطلاح سے مراد مسلمان ہونا تھا، چنانچہ شیکسپئر کہتا ہے۔

If the rest of my fortunes turne Turke with me (Hamlet, iii,ii, 282)

اسلام سے پہلے عرب پرندوں کی اڑان سے فال نکالتے تھے۔ کسی مہم پر نکلنے سے پہلے شور مچا کر بیٹھے ہوئے پرندوں کو اڑاتے اور ان کی اڑان دیکھ کر فیصلہ کرتے کہ مہم پر نکلنا یا گھر واپس لوٹنا ہے۔ اسی لیے فال نکالنے کے لیے "تطیر" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جو "طیر" بمعنی پرندہ سے ماخوذ ہے۔

رومن بھی پرندوں سے فال نکالتے تھے۔ ان کے اس عقیدے کو ایک لاطینی لفظ نے اپنے اندر چھپا رکھا ہے، اور وہ لفظ ہے auspicious بمعنی مبارک، سعید، سازگار۔ دیکھتے رہئے ابھی میں اس سے یہ راز اگلواتا ہوں، یہ لفظ دو اجزاء سے مرکب ہے، پہلا جزء avis بمعنی پرندہ ہے، اسی سے انگریزی میں aviation بمعنی پرواز ماخوذ ہے، اور فرانسیسی میں avion بمعنی ہوائی جہاز بھی اسی لفظ سے مشتق ہے۔ دوسرا جزء specere ہے جس کے معنی ہیں دیکھنا، مشاہدہ کرنا، اسی انگریزی میں spectacle, spectator جیسے الفاظ آئے ہیں۔ تو specere avis کا مطلب ہوا، پرندوں کا مشاہدہ کرنا، اور پرندوں کے مشاہدے کے بعد جو گھڑی مبارک سمجھی جائے گی وہ auspicious کہلائے گی۔

انگریزی میں bless ایک بہت ہی خوبصورت لفظ ہے۔ اس سے تقدیس کی بو آتی ہے، لیکن اس کو نچوڑیں تو اس سے خون ٹپکے گا، کیوں کہ اس کا اشتقاقی تعلق blood سے ہے۔ قدیم انگریزی میں اس کی شکل bledsian تھی، اور اس کے معنی تھے، خون چھڑک کر آشیرواد دینا۔

پاگل کو انگریزی میں lunatic کہتے ہیں۔ یہ لاطینی luna سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں چاند، اور لفظ اس قدیم خیال کی عکاسی کرتا ہے کہ چاند کا گھٹنا، بڑھنا پاگل پن کا سبب بن سکتا ہے۔

بعض الفاظ کے معنوں میں بلا کا تخیل کارفرما ہوتا ہے۔ انگریزی کا window بمعنی کھڑکی Old Norse کے vindauga سے آیا ہے جس کے معنی ہیں، ہوا کی آنکھ، یعنی ہوا داخل ہونے کا راستہ جو آنکھ کی طرح کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ بات سے بات یاد آتی ہے، ملویو زبان میں سورج کو matahari کہتے ہیں، یعنی، دن کی آنکھ، اور پولیس کے سپاہی کو mata-mata یعنی "آنکھ ہی آنکھ"۔

انگریزی کا muscle بمعنی "پٹھا" لاطینی musculus سے آیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں، چھوٹا سا چوہا، انسانی بازو کے پٹھوں کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتے ہوئے یہ تشبیہ کتنی مناسب لگتی ہے۔ یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ مذکورہ بالا لاطینی لفظ میں mus بمعنی چوہا وہی لفظ ہے جو فارسی میں "موش" اور انگریزی میں mouse کی شکل میں موجود ہے۔ یہ سب زبانیں انڈو یورپین زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، اور آپس میں بہنیں ہیں۔

انگریزی میں trivial thing کے معنی ہیں، معمولی، گھٹیا، غیر اہم چیز۔ یہ دراصل لاطینی لفظ ہے جس کے لفظی معنی ہیں، چوک پر پڑی ہوئی چیز، لاطینی میں trivia کے معنی ہیں، تین راستوں کا سنگم، یاد رہے کہ tres کے معنی ہیں، تین، اور via کے معنی ہیں، راستہ trivial thing کو اردو میں پیش پا افتادہ چیز کہیں گے یہ بھی تخیل ہے، اس کے معنی ہیں پیر کے سامنے پڑی ہوئی چیز۔

فرانسیسی میں "اب" یا "ابھی" کے لیے maintenant کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں: "ہاتھ تھامے ہوئے" اس لفظ سے جو نقشہ میرے ذہن میں ابھر کر آتا ہے وہ ایک قرض خواہ کا ہے جو قرض دار کا ہاتھ تھامے یہ کہہ رہا ہو کہ مجھے یہ رقم ابھی اور اسی وقت چاہئے۔

فارسی کے بعض الفاظ میں بھی نہایت خوبصورت تخیل پایا جاتا ہے، کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ہمسایہ: وہ جو آپ کے ساتھ سایہ میں شریک ہے۔

خانہ بدوش: جو اپنا گھر اپنے کاندھے پر اٹھائے پھرے۔

سبکدوش کرنا: کندھا ہلکا کرنا۔

پسپا ہونا: پیر پیچھے ہٹالینا۔

گوشمال: کان رگڑنا

آرنج: انگریزی orange سے ماخوذ ہے۔

یہ دراصل فارسی لفظ ہے۔ فارسی میں یہ "نارنگ" ہے عربی میں جاکر "نارنج" بنا۔ عربی سے ہسپانوی زبان میں naranja کی شکل میں داخل ہوا۔ پرتگال میں پہنچا تو اس کے پہلے نون کو لام سے بدل دیا گیا، اور وہ laranja بن گیا۔ جدید یونانی میں neranji کی شکل میں داخل ہوا۔

لیکن جب یہ لفظ اطالوی میں داخل ہوا تو اس کا پہلا حرف "ن" حذف ہوگیا اور وہ arancia ہوگیا، فرنچ میں ایک تبدیلی واقع ہوئی وہ یہ کہ اس کے a کو o سے بدل دیا گیا، اور وہ orange بن گیا۔ اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ اس کو لاطینی لفظ or بمعنی "سونا" سے جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے، گویا اس کا رنگ سونے کا رنگ ہے۔ اور یہی بگڑی ہوئی فرانسیسی شکل انگریزی میں داخل ہوئی۔

ابر نیسان: نیسان سریانی تقویم کے ساتویں مہینے کا نام ہے۔ قدیم زمانے میں یہ مہینہ مارچ، اپریل سے مطابقت رکھتا تھا۔ اس لیے یہ موسم بہار کا پہلا مہینہ ہے۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ نیسان کی بارش کا قطرہ اگر صدف کے اندر چلا جائے تو موتی بنتا ہے۔ اقبال طلوع اسلام میں کہتے ہیں۔

سرشک چشم مسلم میں نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا

عربی اور فارسی میں نیسان بفتح نون ہے، لیکن عبرانی اور سریانی میں بکسر نون۔

شام، لبنان، عراق اور یمن جیسے ملکوں میں آج کل بھی سریانی مہینوں کے نام رائج ہیں، یوروپی مہینوں کے نام جنوری، فروری کوئی جانتا، اسی لیے بعض اخبار اور ریڈیو میں دونوں جنتریوں کے نام ایک ساتھ بتائے جاتے ہیں، سریانی مہینوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

کانون الثانی: جنوری، شباط: فروری، آذار: مارچ، نیسان: اپریل، ایار: مئی، حزیران: جون، تموز: جولائی، آب: اگست، ایلول: ستمبر، تشرین الاول: اکتوبر، تشرین الثانی: نومبر، کانون الأول: دسمبر۔

اٹلس: یونانی دیومالا میں اٹلس ایک دیو کا نام ہے جو آسمانوں کو اپنے کندھوں پر اٹھائے رہنے پر مامور تھا۔ قدیم زمانے میں نقشوں کی کتاب کے سرورق پر اس کی تصویر شائع کی جاتی تھی جس میں اسے کرۂ ارضی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے دکھایا جاتا تھا، اسی بنا پر نقشوں کی کتاب کو اٹلس کہا جانے لگا۔

اس بارے میں ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس دیو (اٹلس) کو بعد میں افریقہ کے ایک پہاڑی سلسلہ میں تبدیل کردیا گیا۔ یہ سلسلہ جزائر اور مراکش میں واقع ہے جو جبال اطلس کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کے قریب جو سمندر ہے وہ عربی میں المحیط الأطلسی کہلاتا ہے، اور انگریزی میں Atlantic Ocean۔ یاد رہے کہ لفظ Atlantic اسی Atlas سے مشتق ہے، اور وہ اس کا اسم صفت ہے۔

افواہ: یہ لفظ جتنا خطرناک ہے اس کی اصل اتنی ہی بے ضرر ہے۔ گو کہ یہ عربی لفظ ہے لیکن عربی میں اس کے وہ معنی نہیں جو اردو میں ہیں۔ عربی میں یہ "فم" بمعنی "منہ" کی جمع ہے تو "افواہ" کے معنی ہوئے بہت سارے منہ، قرآن، قرآن شریف میں ہے ﴿یریدون لیطفئوا نور اللہ بأفواھھم﴾ [سورہ یوسف: ۸] یعنی "وہ اللہ تعالیٰ کی روشنی کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں"۔

اسلام اور تعلیم

عہد رسالت ﷺ اور تعلیم کی عام ترویج واشاعت

ڈاکٹر حمید اللہ

یہ کتنا ولولہ انگیز امر ہے کہ نبی امی کو سب سے پہلے جو وحی رہائی ہوئی وہ لکھنے کی تعریف اور پڑھنے کے حکم ہی پر مشتمل تھی۔

"اقرا باسم ربك الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرا و ربك الاكرم الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم۔"

(۹۶/آیت ۱-۵)

(پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے، جس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے قطرے سے پیدا کیا، پڑھ کہ تیرا بزرگ و برتر رب وہ ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا)

یہاں "اقرأ" کے معنی پڑھنے ہی کے ہو سکتے ہیں، معمولی پیام پہنچانے کے نہیں (جیسے محاورہ یقرئک السلام میں ہوتے ہیں) کیونکہ سیاق عبارت میں قلم کی تعریف اور اس کے ذریعہ علم ہونے کا ذکر ہے، غرض نبی امی ﷺ نے امت کو اللہ کا جو پہلا حکم پہنچایا، اور جس کی عمر بھر تعمیل کرائی، وہ پڑھنے اور لکھنے ہی کے متعلق تھا، اور آپ جیسا کہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔

"فی الامیین رسولاً منهم یتلو علیهم آیته ویزکیهم و یعلمهم الكتب والحكمة"

(سورہ ۶۲ آیت ۲/)

(یعنی امیوں میں انہی میں سے ایک رسول تھے جو ان پر اس یعنی خدا کی آیتیں تلاوت فرماتے ان کو تزکیہ نفس سکھاتے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے)

اسی طرح آپ وقتاً فوقتاً نازل ہونے والی آیتوں اور سورتوں کے فوراً لکھانے کا انتظام فرماتے، جو تزکیۂ اخلاق اور تعلیم دینی پر مستزاد تھا۔

مگر ہم وطنوں نے آپ کی بات کم مانی، اور آپ کو نیز آپ کے ساتھیوں کو جو خدا کی راہ میں ساتھ دے رہے تھے طرح طرح سے ستانا شروع کیا، جب اذیت کا پانی سر سے اونچا ہو گیا، تو جو لوگ ہجرت کر سکتے تھے، گھر بار چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور آخر آپ بھی ان سے جا ملے اور وہاں امت کی سیاسی تنظیم و تشکیل شروع فرمائی، ہجرت کے بعد جو سورہ سب سے پہلے نازل ہوئی وہ سورہ بقرہ ہے اور اسی میں مشہور آیت مداینہ (اصول قرض دہی) بھی ہے۔

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہیں جب تم آپس میں کوئی قرض دہی کسی معینہ مدت کے لیے کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کی شہادت حاصل کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں..... اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مدت تک۔"

"یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کے لیے زیادہ سیدھی اور مضبوط، اور اس بات سے زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو۔" (سورہ-۲ آیت/۲۸۲)

اس آیت کے نازل ہونے سے لکھنے پڑھنے پر توجہ بڑھ ہی گئی ہوگی۔

مدینہ منورہ آنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی، اس عمارت کے ایک حصے میں سائبان اور چبوترہ (صفہ) بنایا گیا، یہ اولین اسلامی اقامتی جامعہ تھی، رات کو طلبہ اس میں سوتے اور اساتذہ مامور کئے گئے جو دن کو انہیں وہاں لکھنے پڑھنے اور مسائل دین وغیرہ کی تعلیم دیتے، چنانچہ عبداللہ بن سعید بن العاص جو خوشخط تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے، انہیں وہاں لکھنا سکھاتے، اسی طرح عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ انہیں رسول اکرم ﷺ نے اس بات پر مامور کیا کہ صفہ میں لوگوں کو لکھنا سکھائیں اور قرآن پڑھائیں، مدینہ میں ۲ھ میں ایک اور اقامتی درس درگاہ دار القراء کا بھی پتہ چلتا ہے، جو مخرمہ بن نوفل کے مکان میں قائم ہوئی تھی۔

ہجرت پر مشکل سے ایک سال گزرا تھا کہ رمضان ۲ھ میں بدر کا معرکہ پیش آیا جس میں دشمن کی تعداد مسلمانوں سے تگنی تھی، پھر بھی یہ کامیاب رہے اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے، ان اسیروں سے جو برتاؤ کیا گیا اس پر آدمی سر دھننے پر مجبور ہو جاتا ہے، چنانچہ دشمن کی رہائی کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتا ہو وہ دس دس مسلمان بچوں کو اس فن کی تعلیم دے، کیوں نہ ہو کہ نبی الملحمۃ ساتھ ہی "مدینۃ العلم" بھی تھا، بعض دقیقہ رس محدثوں نے اس واقعہ کا خوب عنوان باندھا ہے، "مشرک کو استاد بنانے کا جواز" یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ تعلیم پھیلانے کے متعلق مستقل حکمت عملی ہی کی پیش رفت و تعمیل تھی۔

رسول کریم ﷺ اکثر فرمایا کرتے "بعثت معلما" (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں) اسی طرح آپ بچوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اپنے پڑوسیوں سے علم سیکھیں اور اپنے پڑوس کی مسجد میں سبق پڑھا کریں، مورخ بلاذری نے ذکر کیا ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ میں نو مسجدیں تھیں پنج وقتہ نمازیں لوگ وہیں پڑھتے لیکن نماز جمعہ کے لئے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں جمع ہو جاتے، مورخ بیان کرتے ہیں کہ اہل جواثا نے (جو بحرین یعنی موجودہ الحسا میں ہے) ایک مسجد کی تعمیر کی جو مدینہ کی مسجد کے بعد پہلی جامع مسجد تھی، اصل میں آنحضرت ﷺ نے انہیں لکھ بھیجا تھا کہ "فلاں فلاں جگہ مسجد بناؤ"..... اور ایک روایت میں "مسجد بناؤ اور فلاں فلاں کام کرو..... ورنہ میں تم سے جنگ کروں گا"، یقیناً

یہاں بھی درس و تدریس کا انتظام ہوا ہوگا۔

اسی طرح جب عمرو بن حزم کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا گیا تو انہیں فرائض منصبی کے متعلق ایک تحریری ہدایت نامہ دیا گیا، اس میں انتظامی امور کے علاوہ تعلیم کی اشاعت کے بھی احکام ہیں۔

مورخ طبری نے ۱۱ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل کو ناظر تعلیمات بنا کر یمن بھیجا، جہاں وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ کیا کرتے اور مدارس کی نگرانی و انتظام کرتے۔

مرد ہی نہیں، عورتیں بھی اس تعلیمی سیاست کا موضوع تھیں، آنحضرت ﷺ نے ہفتہ میں ایک دن عورتوں کی تعلیم و تذکیر کے لئے مخصوص فرما رکھا تھا، نیز ابوداود و عبدالرزاق کی حدیث ہے کہ ام المومنین حفصہ نے آنحضرت ﷺ کے علم و اجازت سے اپنی ایک رشتہ دار خاتون شفا بنت عبداللہ سے (جو خوب پڑھی لکھی تھیں) لکھنا سیکھا تھا، یہاں اس پہلو کو طول دینے کی ضرورت نہیں، سوائے اس کے کہ زمانہ تعلیم پر اس توجہ کا ہی نتیجہ تھا کہ بعد کے زمانے میں عورتیں مختلف علمی میدانوں میں مردوں کے ساتھ مسابقت کرنے لگیں، چنانچہ صحیفہ ہمام کے مخطوطۂ دمشق کے سماعات میں (جو آگے اپنی جگہ درج ہیں) ایک معلمہ کا بھی تذکرہ ہے یعنی ام الفضل کریمہ بنت ابی الفراس نجم الدین القرشیہ الزبیریہ، جس نے اپنے گھر میں ایک مدرسۂ حدیث کھول رکھا تھا، اسی طرح ابو عبید قاسم بن سلام (۱۵۴ھ تا ۲۲۴ھ) کی کتاب الاموال، جو مالیہ حکومت (Finance) کے دقیق مسائل پر مشتمل ہے، بسم اللہ کے بعد ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے (یہ کتاب اب مصر میں چھپ گئی ہے۔)

"نیک و کار و خوش نویس پروفیسر فخر النساء شہدۃ کو (جو سوزن ساز یعنی سوئی بنانے والے، ابونصر احمد بن الفرج بن عمر دینوری کی دختر ہیں) بغداد میں ان کے گھر پر سنا کر سند حاصل کی گئی۔"

اسلام کی ابتدائی صدیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہوں تو حدیث یا رجال کی کتابیں دیکھ لی جائیں جن میں راویوں کے ناموں میں عہد صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی خادمات علم کے نام کثرت سے مل جائیں گے۔

دربار نبوی کے کاتب

مدنی دور میں انتظامی اور سیاسی ضرورت سے خط و کتابت کا کام روز افزوں ہی ہوتا گیا، ناگزیر طور پر کاتبوں اور منشیوں کی ضرورت بھی بڑھتی ہی چلی گئی تا کہ اضلاع کے عہدہ داروں کے پاس سے آئے ہوئے خطوط کا فوری جواب دیا جائے، نیز خود مرکز سے ضروری ہدایتیں بروقت ہر جگہ بھیجی جائیں، اگر ہجرت جیسے مخفی اور جان جوکھم کے وقت بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوات، قلم اور کاغذ رہتا ہے (جیسا کہ سراقہ بن مالک کو پروانہ امن لکھ دینے سے واضح ہے) تو بعد کے زمانہ میں کاتبوں کی تعداد کا بڑھ جانا، اور ان کا مستقل طور سے ایک کام انجام دیا کرنا کسی تعجب کا باعث نہیں ہونا چاہئے، واقعہ یہ ہے کہ بکثرت مورخوں نے آنحضرت ﷺ کے کاتبوں کی فہرست کے لئے مستقل باب ہی قائم کئے ہیں، بعض نے تو اس پر مختصر رسالے بھی تصنیف کئے ہیں، بہرحال اس خدمت کو مستقل طور سے یا کبھی کبھار انجام دینے والے ۴۳ صحابہ کے نام بیان کئے گئے ہیں۔ کوئی تعجب نہ ہو جو بعض نئی نازل ہونے والی وحی کو لکھتے بعض سرکاری مراسلوں کا مسودہ مرتب کر کے جناب رسالت ﷺ میں پیش کرتے، بعض زکوۃ اور محاصل کے حسابات لکھتے، بعض مال غنیمت کی رجسٹری اور تقسیم کا متعلقہ کام انجام دیتے، بعض بیرونی حکمرانوں اور قبائل کے سرداروں کے نام خط لکھتے، بعض فصل کے کٹنے سے پہلے تخمینہ (خرص) نوٹ کرتے، جیسا کہ مورخ مسعودی نے خاص کر تفصیل سے بیان کیا ہے، زید بن ثابت نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے عبرانی خط بھی سیکھا تھا کیوں کہ عرب کے یہودی بولتے تو عربی زبان تھے لیکن لکھتے عبرانی خط میں تھے اور آنحضرت سے معاہدات یا مراسلات میں اسی خط کو استعمال کرتے تھے۔ مسعودی کے مطابق حضرت زید بن ثابت فارسی، یونانی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی جانتے تھے اور آنحضرت ﷺ کے مترجم کا کام انجام دیتے تھے۔

سرکاری مہر

۶ھ کے آواخر سے سرکاری مراسلوں پر مہر کا بھی پتہ چلتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری (۳۷) میں روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے بیرونی حکمرانوں کو خط لکھ کر تبلیغ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ صرف مہر شدہ مکتوب ہی کو درخور ملاحظہ سمجھتے ہیں، اس پر آنحضرت ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی، راوی حضرت انس کہتے ہیں کہ میں اس کی سفیدی گویا اب بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں یہ کہ اس پر "محمد رسول اللہ" تین لفظ کندہ تھے اور یہ کہ اس انگوٹھی کا نگینہ حبشی عقیق کے پتھر کا تھا۔

☆☆☆

فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور

کی تمام مطبوعات اب لکھنؤ میں مندرجہ ذیل جگہوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں

خوشخبری

مکتبہ الندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء

مکتبہ الفرقان، نظیر آباد

خوشی کے لمحات میں اسوۂ نبویؐ

انسان کی زندگی میں مسرت کے دن بھی آتے ہیں اور غم کی ساعت بھی آتی ہے، انسان کبھی ہنستا ہے تو کبھی روتا بھی ہے، مصیبت سے کوئی بشر خالی نہیں، مسرت کی نعمت سے کوئی محروم نہیں، جو لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہیں وہ مسرت کے موقع پر اکڑنے لگتے ہیں اور تکبر سے اترانے لگتے ہیں، اور ذرا سی مصیبت پڑ جائے تو بلبلا اٹھتے ہیں:

''اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے، اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو ایسا اترا تا ہے کہ کہنے لگتا ہے کہ اب دکھ رخصت ہوا، اب کبھی نہ ہوگا، پس وہ اترانے لگتا ہے اور شیخی بگھارنے لگتا ہے، مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے''۔ (الھود ۹۔۱۱)

قرآن کریم نے انسان کی نفسیات کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا ہے، احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشی اور غم کے حالات میں اسوۂ نبوی کیا ہے؟ اور خوشی اور غم کی کتنی نوعیتیں ہیں؟ شرعی احکام کیا ہیں؟ آنحضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا ایسے موقع پر کیا طرز عمل رہا ہے۔

خوشی کے دو مواقع ایسے ہیں جن کے وقت اور مدت کا تعین کتاب و سنت سے ہوتا ہے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ ان دونوں مناسبتوں میں رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ پاک احادیث میں موجود ہے، امام بخاریؒ نے اپنی ''صحیح'' میں ''کتاب العیدین'' کا مستقل عنوان قائم کیا ہے، اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جاہلیت کے رسوم کو باقی نہیں رکھا جائے، جو کپڑے اچھے ہوں گے، تفصیلات، فطرہ کی مقدار اور نماز عید کی تکبیرات کا زیادہ ہونا، اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتے رہنا، نماز کے بعد خطبہ دیا جانا، یہ سب فقہ کی چھوٹی بڑی ہر قسم کی کتاب میں موجود ہے۔

اسی طرح عید الاضحیٰ بھی ایک مسرت کا دن ہے اور مسرت کے حدود مقرر ہیں اور اس کے مسائل اور مسائل کے جزئیات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں، یہاں ان کی تفصیل میرے موضوع سے خارج ہے، میرے موضوع کا تقاضہ یہ ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی مسرتیں اس میں جو شریعت کا جزء ہیں ان پر گفتگو کی جائے۔

چونکہ مسرت ایک اندرونی جذبہ کا نام ہے، انسان کو اس پر قابو نہیں ہے کہ جب چاہے اپنے اوپر مسرت طاری کرے اور جب چاہے اس سے بے نیاز ہو جائے، اس لیے یہ نہیں فرمایا گیا کہ رمضان ختم ہونے کے بعد اور حج ادا کرنے کے بعد مسرت کا اظہار کرو، یا خوشی کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرو البتہ آداب مسرت کا تعین کر دیا گیا، عید رمضان (عید الفطر) اور عید حج (عید الاضحیٰ) میں دو رکعت نمازوں اور خطبہ کا اضافہ کیا گیا، روزانہ کی پانچ وقتوں کی نمازوں کے بجائے چھ وقتوں کی نماز ہوگئی، اور صدقہ اور قربانی کو واجب قرار دیا گیا، اس کے علاوہ کوئی بات فرض نہیں کی گئی کہ اچھے کپڑے پہنو، ایک دوسرے سے گلے ملو، خوشبو کا استعمال کرو، جو بات واجب ہوئی وہ ایک اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونا، گویا رمضان کے روزے رکھنے اور حج کے اکثر ارکان کے ادائیگی کی توفیق پر شکر ادا کرنا۔

مسرت کا تیسرا موقع جس کی تاریخ

انسان خود مقرر کرتا ہے وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا ہے، اس موقع پر جو بات ضروری ہے وہ حسب استطاعت ولیمہ کرنا، غرض مسرت کے تمام مواقع پر غریبوں اور دوستوں کو کھانا کھلانا اور اللہ کی عبادت کرنا، نکاح میں خطبۂ نکاح سننا، سنانا کار آمد بات ہے اور آنحضرت ﷺ کا اسوہ ان مواقع پر یہی ہے، ہاں آپؐ نے غیر مضر اور حیاء و شرم کے حدود کے اندر رہتے ہوئے نغمۂ شادمانی کو مباح رکھا ہے، جیسا کہ حبشیوں کا ناچ جسے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا اور وہ واقعہ جس میں انصار کی دو لڑکیاں ام المؤمنین کو کچھ نغمے سنا رہی تھیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ناگواری کا اظہار کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں یہ نغمہ سرائی؟ مگر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ان کو گانے دو، اس سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مسرت کے موقعہ پر حدود حیاء و شرم کو ملحوظ رکھتے ہوئے مبارکبادی کے نغمے بجانا حرام نہیں ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا عید کے دن کالے قسم کے لوگ چمڑے کی ڈھال پر نیزے سے مقابلہ کر رہے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں یا تو میں نے آنحضرتؐ سے گذارش کی یا آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا ہاں آپؐ نے اپنی پشت کی طرف مجھے کھڑا کیا اور آپ کے شانے پر منہ رکھے ہوئے میں اس طرح دیکھ رہی تھی کہ آپؐ کے رخسار سے میرا چہرہ مس کر رہا تھا اور آپؐ فرما رہے تھے: ''ذرا خیال کرو اے بنوارفدہ'' (بنوارفدہ سے مراد یہی کالے لوگ ہیں) یہاں تک کہ میں اکتا گئی، فرمایا: بس دیکھ چکیں؟ میں نے کہا: جی ہاں، فرمایا: پھر جاؤ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ (میرے والد ماجد حضرت) ابوبکرؓ ایسے وقت میں تشریف لائے کہ بعض انصار کی لڑکیاں گا رہی تھیں جو کہ انصار یوم بعاث کے موقع پر ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: وہ گانے والی نہیں تھیں (یعنی پیشہ ور گلوکارہ نہیں تھیں) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: شیطانی مزامیر اور رسول اللہ ﷺ کے گھر میں؟ اور یہ عید کا دن تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکرؓ ہر قوم کی ایک عید (خوشی کا دن جو بار بار آئے) ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر معمولی دف یا معمولی باجے کے ساتھ اسی طرح کے نغمے یا اشعار گائے جائیں تو ممنوع نہیں ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اعتراض یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر پر کسی قسم کے باجے گاجے (مزامیر) لائیں جائیں، مگر حضور ﷺ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر اس وقت تشریف لائے جب میری شادی کے بعد رخصتی ہو چکی تھی اور آپؐ ہمارے بستر پر اس طرح بیٹھے جس طرح تم ہمارے سامنے بیٹھے ہو، ہمارے یہاں کی لڑکیوں نے دف پر تھاپ لگا کر گانا شروع کیا، جس میں وہ ان لوگوں کا ذکر خیر کر رہی تھیں جو بدر کے موقعہ پر قتل ہوئے تھے، ان لڑکیوں میں سے ایک نے یہ مصرعہ پڑھا ''اور ہمارے درمیان وہ نبی ہیں جو جانتے ہیں کل کیا ہونے والا ہے'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ نہ کہو اور وہ کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک تو یہ کہ حضور ﷺ اپنے آپ کو ''عالم الغیب'' کہلانا پسند نہیں فرماتے تھے، اور یہ صرف اللہ کی صفت ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ لڑکیوں بالیوں کا شادی اور مسرت کے موقع پر گانا بجانا مباح ہے۔

آفتابِ نبوت ﷺ کی چند کرنیں

(شمائل و خصائل)

از

مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

ملنے کا پتہ

۱۔ مکتبۂ ابوالحسن علی
این۔تاج انکلیو دہلی۔۳۱

۲۔ عرشی پبلی کیشنز انڈیا
۱۱۶۸ محل سرائے چوڑی والان
دہلی۔۶

صفحات : ۱۱۸

فقہ وفتاویٰ

قربانی کے مسائل

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

قربانی کا بڑا ثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر اور قربانی کرتے وقت یعنی ذبح کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین تک پہونچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہو جاتا ہے، تو خوب خوشی سے اور دل کھول کر قربانی کیا کرو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے، سبحان اللہ! بھلا سوچو تو کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا کہ ایک قربانی کرنے سے ہزاروں لاکھوں نیکیاں مل جاتی ہیں، بھیڑ کے جسم پر جتنے بال ہوتے ہیں اگر کوئی صبح سے شام تک گنے تب بھی نہ گن پاوے بس سوچو تو کتنی نیکیاں ہوئیں، بڑی دینداری کی بات تو یہ ہے کہ اگر کسی پر قربانی کرنا واجب بھی نہ ہو تب بھی اتنے بے حساب ثواب کے لالچ سے قربانی کرویہ چاہئے کہ جب یہ دن چلے جاویں گے تو یہ دولت کہاں نصیب ہوگی اور اتنی آسانی سے اتنی نیکیاں کیسے کما سکیں گے اور اللہ نے مالدار اور امیر بنا دیا ہو تو مناسب ہے، کہ جہاں اپنی طرف سے بھی قربانی کرے اور جو رشتہ دار مر گئے ہیں، جیسے ماں باپ وغیرہ ان کی طرف سے کر دے اور نہیں تو کم سے کم اتنا ضرور کرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، ازواج مطہرات ؓ کی طرف سے اور نہیں تو کم سے کم اتنا ضرور کریں کہ اپنی طرف سے قربانی کرے کیوں کہ مالدار پر تو واجب ہے، جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے اور قربانی کرنا اس پر واجب ہے، پھر بھی اس نے قربانی نہ کی اس سے بڑھ کر بدنصیب اور محروم اور کون ہوگا اور گناہ رہا سوا لگ، جب قربانی کا جانور قبلہ رخ لٹا دے تو پہلے یہ دعا پڑھے:۔

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا و ما انا من المشرکین ان صلوٰتی و نسکی ومحیای و مماتی لله رب العالمین لاشریك له و بذالك امرت وانا من المسلمین اللهم منك و لك پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے اللهم تقبله منی کما تقبلت من حبیبك محمد وخلیلك ابراهیم علیهما الصلوة والسلام (مشکوۃ ص ۱۲۸۔۱۲۹)

مسئلہ:۔ جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر بقرعید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے، اور اگر اتنا مال نہ ہو جتنے کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کر دیوے تو بہت ثواب پاوے (در مختار ص ۲۲۹، ج ۲)

مسئلہ:۔ مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں (ہدایہ ص ۴۲۹، ج ۴)

مسئلہ:۔ بقرعید کی دسویں تاریخ سے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کرنے کا سب سے بہتر بقرعید کا دن ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ (قدوری ص ۱۹۸)

مسئلہ:۔ بقرعید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے، جب لوگ نماز پڑھ چکیں تب کرے (شرح البدایہ ص ۴۴۳، ج ۴)

مسئلہ:۔ دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے دن میں چاہے رات میں لیکن رات میں ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو (عالم گیری ص ۲۹۶، ج ۵)

مسئلہ:۔ دسویں، گیارہویں بارہویں تاریخ کو سفر میں تھا پھر بارہویں تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہونچ گیا، یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی، تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا اسی طرح پہلے اگر اتنا مال نہ تھا اس لئے قربانی واجب نہ تھی پھر بارہویں تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے (عالم گیری ص ۲۹۲، ج ۵)

مسئلہ:۔ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو کسی اور سے ذبح کروالے اور ذبح کے وقت وہاں جانور کے سامنے کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔

مسئلہ: قربانی کرتے وقت زبان سے نیت پڑھنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں ہے، اگر دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہو گئی، لیکن اگر یاد ہو تو دعا پڑھ لینا بہتر ہے جو اوپر بیان ہوئی (شامی ص ۲۷۲ ج ۵)

مسئلہ:۔ بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی، اتنے جانوروں کی قربانی درست ہے، اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں ہے (فتاویٰ ہندیہ ص ۱۹۹، ج ۶)

مسئلہ:۔ بھینس، اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر بھی قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی صرف گوشت کھانے کی نیت نہ ہو، اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو قربانی درست نہ ہوگی، نہ اس کی نہ جس کا پورا حصہ ہے، نہ اس کی جس کا ساتویں سے کم ہے (فتاویٰ ہندیہ ۲۰۴، ج ۶)

مسئلہ:۔ بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں، جب پورے سال بھر کی ہو تو قربانی درست ہے اور بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں، پورے دو برس کی ہو تب قربانی درست ہے، اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں اور اگر دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دو تو کچھ فرق نہ معلوم ہوتا ہو تو ایسے وقت میں چھ مہینہ کے دنبہ اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہئے (بحر الرائق ص ۲۱۶ ج ۲)

مسئلہ:۔ جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا یا تہائی دم یا تہائی سے زیادہ کٹ گئی ہو تو اس جانور کی قربانی درست نہیں (شامی ص ۳۱۶، ج ۵)

مسئلہ:۔ استاد بلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو، اس کی قربانی درست نہیں، اگر اتنا دبلا نہ ہو تو دبلا ہونے سے کچھ حرج نہیں اس کی قربانی درست ہے، لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے (عالم گیری ص ۱۹۸، ج ۵)

مسئلہ:۔ جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے گر گئے ہیں ان سے زیادہ باقی ہیں تو اسکی قربانی درست ہے (درمختار ص ۲۳۱، ج ۲)

مسئلہ:۔ جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں ہیں اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے اور اگر کان ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اسکی قربانی درست ہے (درمختار ص ۲۳۳، ج ۲)

مسئلہ:۔ جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اس کی قربانی درست ہے البتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں (ردالمحتار ص ۳۱۵، ج ۵)

مسئلہ:۔ اگر جانور قربانی کے لئے خرید لیا تب کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی درست نہیں ہے تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی کرنا واجب نہیں تو اس کے واسطے درست ہے کہ وہی جانور کی قربانی کر دے (درمختار ص ۲۳۳، ج ۲)

مسئلہ:۔ قربانی کا گوشت آپ کھاوے اور اپنے رشتے ناتے کے لوگوں کو دیدے اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کرے اور بہتر یہ ہے کہ کم سے کم تہائی حصہ خیرات کرے، خیرات میں تہائی سے کمی نہ کرے لیکن اگر کسی نے تھوڑا ہی گوشت خیرات کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے (شرح البدایہ ص ۴۳۵، ج ۵)

مسئلہ:۔ قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کر دے، اور یا بیچ کر قیمت خیرات کر دے وہ قیمت ایسے لوگوں کو دے جن کو زکوۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور قیمت میں جو پیسے ملیں بعینہ وہی پیسے خیرات کرنے چاہئیں، اگر وہ پیسے کسی کام میں خرچ کر ڈالے اور اتنے ہی پیسے اور اپنے پاس سے دیدئے تو بری بات ہے مگر ادا ہو جاویں گے، (درمختار ص ۲۳۴، ج ۲)

مسئلہ:۔ اس کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا اور کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں، خیرات ہی کرنا چاہئے (شرح التنویر ص ۳۲۱، ج ۵)

مسئلہ:۔ اگر کھال کو اپنے کام میں لاوے جیسے اس کی چھلنی بنوالی یا مشک یا ڈول یا جانماز بنوالی یہ بھی درست ہے (درمختار ص ۲۳۴، ج ۴)

مسئلہ:۔ کچھ گوشت یا چربی یا چھیچھڑے قصائی کو مزدوری میں نہ دیوے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دیوے (شرح التنویر ص ۱۲۱، ج ۱)

مسئلہ:۔ قربانی کی رسی جھول وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے (شامی ص ۲۷۸، ج ۵)

مسئلہ:۔ کسی پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہو گئی (درمختار ص ۲۳۲، ج ۲)

مسئلہ:۔ کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دیوے اور اگر بکری خرید لی تھی تو بعینہ وہی بکری خیرات کر دے (شامی ص ۲۸۰، ج ۵)

مسئلہ:۔ اگر اپنی خوشی سے کسی مردے کے ثواب پہونچانے کے لئے قربانی کرے تو اس کے گوشت میں سے خود کھانا کھلانا نامناسب درست ہے، جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے، (ردالمحتار ص ۳۲۸، ج ۵)

مسئلہ:۔ قربانی کی کھال کی قیمت کسی کو اجرت میں دینا جائز نہیں، کیوں کہ اس کا خیرات کرنا ضروری ہے (شرح التنویر ص ۳۲۱، ج ۵)

مسئلہ:۔ قربانی کا گوشت کافروں کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اجرت میں نہ دیا جائے (عالمگیری ص ۳۰۰، ج ۵)

تعمیر حیات کی فائل سے

''قربانی'' کی معنوی کیفیت

مولانا محمد الحسنی

لیجئے سنت ابراہیمیؑ کے احیاء کے دن پھر ہمارے سامنے ہیں، زمانہ آج پھر ایک بار ہزاروں سال پیچھے گردش کر رہا ہے، جب اللہ کے ایک محبوب و مخلص بندہ کا امتحان ہوا اور بار بار امتحان ہوا، اور وہ اس امتحان سے اس طرح سرخ رو ہو کر نکلا کہ اس کی یادگار آج تک دنیا کے گوشہ گوشہ میں منائی جارہی ہے، یہ کوئی رسمی یادگار نہیں، یہ صرف گوشت اور خون کی یادگار نہیں یہ ایک عاشق کے دل اور نذر و وفا کی یادگار ہے، ایثار و قربانی کی یادگار ہے، اس بات کی یادگار ہے کہ عزیز سے عزیز تر متاع کس خوبی و جوانمردی، کس شان عبدیت، کس ناز و اعتماد اور سرخوشی و کیف کے ساتھ لٹائی جاتی ہے۔

دنیا کی تاریخ بہت پرانی ہے لیکن یادگار ابراہیمؑ سے بڑی دلنواز اور زندہ جاوید یادگار کہاں سے لائی جائے گی، اسی لئے فرمایا گیا ہے:۔

ملة ابیکم ابراهیم هو سماکم المسلمین

''تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہے جنہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا''

''قربانی'' کا لفظ ہماری ڈکشنری میں بہت عام ہے اور بہت متروک ہو چکا ہے، یعنی اس کی لفظی تصویر یا پیکر اتنا بڑھ چکا ہے کہ آسمان و زمین کی فضائیں اس کی تکرار اور اس کے نعروں سے بھر جائیں اور کتابوں اور رسالوں کے انبار لگ جائیں لیکن اس کی معنوی کیفیت اور حقیقت اتنی دور، اتنی دھندلی، اور ناقابل فہم ہو چکی ہے کہ اس کا سمجھنا دشوار ہو رہا ہے۔

آج ''قربانی کے بکروں'' نے ہم کو ہر قسم کی عملی قربانی سے بے نیاز کر دیا ہے۔

ہمیں ان بکرے بکریوں کا احسان مند ہونا چاہئے جن کو قربان کر دینے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ قربانی کا ہر مطالبہ ہم نے پورا کر دیا، اب آرام و راحت کا حق وصول کرنا باقی ہے۔

اب نہ وقت کی قربانی کی ضرورت ہے، نہ طرز و عادت کی، نہ معیار زندگی کی، نہ فضول خرچیوں کی، بہت سے مسلمانوں نے قربانی کے بے زبان بکرے کو عملاً کفارہ سئیات سمجھ لیا ہے جو ہر سال کوتاہیوں اور مطالبات اور تقاضوں کا بوجھ پیسوں میں سر سے اتار دیتا ہے۔ ایثار و قربانی ہر قوم و ملک کی ضرورت ہے اور کوئی ملک اور قوم اس کے بغیر بام ترقی تک نہیں پہنچ سکتی، لیکن ملت اسلامی کے ساتھ قربانی کا تخیل اس طرح وابستہ ہے کہ اس کو ایک لمحے کے لئے اس سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں زندگی کا سارا ڈھانچہ قربانی و ایثار پر قائم ہے۔

جاهدوا باموالکم وانفسکم ایک ایسا اصول اور اعلان ہے جس کے بغیر تکمیل دین ناممکن ہے، پہلے نمبر پر مال کی قربانی کا مطالبہ ہے یعنی دینی کی جو ضرورت ہو اس کی تکمیل کے لئے بے چوں و چرا تیاری و آمادگی، علاوہ اس کے کہ سیاسی و قومی شعور اور ہماری معاشی مصلحت کا بھی یہی مطالبہ ہے، یہ دین کا ایک ایسا اہم ستون ہے جس کے بغیر اس کی عمارت قائم ہی نہیں رہ سکتی۔

ہمارے سیاسی و قومی اور معاشی مسائل بھی دین کے تابع ہیں، ایک سچے مسلمان کی نگاہ میں ساری زندگی دین سے مربوط ہے، اور اگر کسی کے مالی و سیاسی معاملات گڑبڑ ہیں تو اس کا دین بھی معتبر نہیں، پانچ وقت کی نماز بھی قربانی ہے، گریہ نیم شبی بھی قربانی ہے، اور زکوۃ بھی قربانی ہے، مسلمانوں میں اخوت کی سعی و جدوجہد اور ان کی ترقی و کامیابی کی راہیں سب اس مفہوم میں داخل ہیں، ان سب میں قربانی کی روح جاری و ساری ہے اور سب دائرہ دین کے اندر داخل بلکہ عین دین ہیں۔

(بقیہ امت کے وفود.....)

تو نہ اس عظیم فقہ کا کوئی وجود ہوتا نہ یہ عظیم اسلامی قانون وجود میں آتا جس سے اس وقت تک ہر قوم کا دامن خالی ہے، نہ اتنا بڑا اسلامی کتب خانہ پیدا ہوتا جس کے سامنے دنیا کا سارا مذہبی لٹریچر ہیچ ہے، اگر علم کی اشاعت اور خدا کی نشانیوں اور اس کی قدرت کاملہ میں غور و فکر اور عقل سے کام لینے کی آپ نے ایسی پرزور دعوت نہ دی ہوتی، تو یہ شجر علم زیادہ دنوں تک برگ و بار نہ لا سکتا اور نہ اس کا سایہ تمام دنیا پر ایسا محیط ہوتا جیسا کہ آج نظر آرہا ہے، عقل انسانی پہلے کی طرح پابہ زنجیر ہوتی اور دنیا روشنی سے محروم''۔

وفیات

شاہ محمد رضوان اللہ قادری کی وفات

مولانا شاہ محمد رضوان اللہ قادری سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کو انتقال ہو گیا۔ حضرت مولانا شاہ محمد بدرالدین قادری امیر شریعت صوبۂ بہار مرحوم کے جد ثانی تھے۔ اور حضرت مولانا شاہ محی الدین قادری قدس سرہ ان کے جد امجد تھے۔ ان کے والد مولانا شاہ امان اللہ قادری بھی ایک برگزیدہ شخصیت کے صاحب نسبت بزرگ تھے۔ اور خود بھی ماشاء اللہ آداب خاندانی اور رسوم خاندانی کے پیروکار تھے۔ عمر بہت زیادہ نہیں پائی تھی لیکن عبادت و ریاضت میں اپنے آباء و اجداد کے نمونہ تھے اور ان کے جانشین کا فرض انجام دیتے رہے، معمولات خانوادہ مجیبی پورے حوصلے اور ذوق کے ساتھ انجام دیتے۔ کئی سال سے مرض و صحت کی کشاکش میں مبتلا تھے بہرحال وقت مقرر آچکا تھا، جو ٹل نہ سکا نسبتاً کم عمری میں انتقال ہوا غفر اللہ ورحمہ، ادارہ تعمیر حیات موصوف کے افراد خاندان سے تعزیت پیش کرتا ہے۔

شیخ محمد نور عبدالقادر نورولی آغوشِ رحمت پروردگار میں

جدہ کی ایک بڑی مقتدر شخصیت شیخ محمد نور کی تھی جن کا ۲۱ر ذی قعدہ کی صبح کو انتقال ہو گیا۔ مرحوم ایک بڑے تاجر گھرانے کے سربراہ تھے۔ اللہ نے ثروت اور وجاہت کے ساتھ دینی خدمت کا بڑا جذبہ عطا فرمایا تھا۔ ہندوستان سے حج کو جانے والے بہتیرے علماء و مشائخ آپ کے یہاں قیام کرتے اور حق ضیافت بہت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے، ان کا خاندان دو پشت پہلے یا اس سے زیادہ گجرات کے پٹن سے حجاز جا کر مقیم ہوا۔ اس وقت یہاں پٹرول کی دولت نہیں تھی۔ بڑی جانفشانی کی زندگی تھی۔ میٹھے پانی کا حصول بڑا مشکل تھا، یہ لوگ صرف حجاز کی محبت اور مکہ مدینہ سے وارفتگی رکھتے تھے پھر اللہ نے دن بدلا، پٹرول کی دولت نے جدہ جیسے چھوٹے گاؤں کو لندن اور پیرس کے مقابلہ کا شہر بنا دیا۔ اللہ نے ان حضرات کو اس نعمت میں حصہ دیا اور اپنی حلال کمائی، محنت اور جانفشانی اور ایک تجارتی تجربے نے ایک بڑا تاجر گھرانہ تعمیر کر دیا۔ مگر ان حضرات کا جن کے سرپرست کا ابھی انتقال ہوا ہے دینی تعلق یکساں قائم رہا۔ ہند و پاک کے مدارس، دینی اداروں کی دل کھول کر مدد کرتے تھے، علامہ طاہر پٹنی کی کتاب **مجمع بحار الأنوار** زر کثیر صرف کر کے شائع کی جس کی افادیت سے جو لوگ آگاہ ہیں وہ **المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوی** سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ کیونکہ اس کے اندر جامعیت اور وسعت زیادہ ہے اور ظاہر ہے کہاں ایک مسلمان، عالم دین، متقی و پرہیزگار کی کاوش اور کہاں خنزیر و شر کے شیدائی مصنفین کے کارنامے۔

مرحوم محمد نورولی ہمارے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ سے دلی اور ذہنی وابستگی رکھتے تھے اور حضرت مولانا جب حجاز جاتے تو پہلا قدم بیت نورولی میں رکھتے اور ان کا مکان ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی جشن ہو رہا ہے، بے شمار لوگ آرہے ہیں اور جا رہے ہیں بیسوں افراد کھانے اور ناشتے میں شریک رہتے اور شیخ محمد نور ان کے فرزندان کے بھائی شیخ محمد ولی بھی دل و جان سے میزبانی کو اپنی سعادت سمجھتے۔ حضرت مولانا کے علاوہ ایک حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو بھی ان کے یہاں قیام کرتے دیکھا اور ان سے پہلے حضرت رائے پوری بھی ان ہی کے دولت کدے پر مہمان ہوئے تھے۔ موصوف نے کئی مکانات بنائے اور ہر مکان مسجد سے قریب رہا۔ ان کے فرزندوں اور افراد کاندان سب دیندار اور اخلاق میں اور آداب شریعت میں ممتاز ہیں اور چہروں سے صرف مسلمان نہیں بلکہ دیندار گھرانے کے افراد معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور جس طرح وہ اپنی زندگی میں علماء و مشائخ کی میزبانی کرتے تھے اللہ سے دعا ہے کہ فرشتے اور حوریں ان کی میزبانی کریں۔ جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے اور عمر تقریباً نوے سال کی ہوئی۔

کاروانِ رفتگاں

☆ جناب سید فہیم الدین انجینئر (ابن مرحوم ڈاکٹر ظہور احمد صاحب لکھنؤ) کا گزشتہ دنوں جدہ میں انتقال ہو گیا۔ فہیم الدین صاحب عرصہ سے جدہ میں مقیم تھے پسماندگان میں ان کی اہلیہ دو بیٹے اور ایک صاحبزادی ہے جن میں سے ایک سید احمد فہیم دارالعلوم میں زیر تعلیم ہیں۔ قارئین کرام سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

☆ جناب محمد احمد صاحب ندوی (استاذ دارالتعلیم والصنعت کانپور ۹) کی والدہ ماجدہ رحلت کر گئیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت و ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

☆ جناب مزمل حسین صاحب نرالا نگر لکھنؤ جواں عمری میں اللہ کو پیارے ہو گئے ان کے جملہ پس ماندگان اور اعزہ و اقارب کو اللہ صبر جمیل دے اور مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے۔

شمالی گجرات میں چند دن

(دوسری قسط سلسلہ کے لئے دیکھئے، تعمیر حیات ۱۸/۱۰ کتوبر)

نذر الحفیظ ندوی

گجرات کی اسلامی تاریخ کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی آمد کے بعد سے عام طور پر امن و امان اور خوش حالی کا دور دورہ رہا، علمی اور دینی میدانوں میں گجرات نے نہ صرف پورے ملک کی بلکہ عالم اسلام کی رہنمائی اور مدد کی ہے، علوم وفنون، تہذیب وتمدن اور ادب وشاعری کو بھی اس سرزمین نے بہت کچھ دیا ہے، مسلم فاتحین اور حکمرانوں نے ہمیشہ امن وامان کو عام اور عدل وانصاف سے کام لیا، اس وجہ سے گجرات ملک کے تمام صوبوں میں خوش حالی میں آگے رہا اور یہاں کی مصنوعات دوسرے ملکوں کو برآمد کی جاتی رہیں، لیکن ادھر مسلمانوں کے اخلاقی وسیاسی زوال کے بعد سے یہ صوبہ بھی اخلاقی اور مادی اعتبار سے پسماندگی کا شکار ہوگیا، شرک وبدعات کے اثرات وسیع پیمانہ پر پھیل گئے، اور انھوں نے اسلامی معاشرے کو غیر معمولی نقصان اس حد تک پہونچایا کہ ان کی شناخت ختم ہونے لگی، لیکن قادر مطلق کی دستگیری نے ربانی وحقانی علماء، اور صالح ومتقی سلاطین ومجاہدین کی اس سرزمین کو شرک و بدعات کے دلدل سے نکالنے کا فیصلہ فرمایا اور ہمیشہ کی طرح "وما کان اللہ لیضیع ایمانکم" کا معجزہ ظاہر ہوا، جس سرزمین کو اللہ کے مخلص بندوں نے اپنے پاکیزہ خون اور آنسوؤں سے سیراب کیا ہو اور جن مجاہدین کے گھوڑوں نے اپنی ٹاپوں سے اس سرزمین کو پامال بلکہ مالا مال کیا ہو وہ دیوں ہی کیسے ضائع ہوجاتی، چنانچہ آج سے ستر سال قبل اللہ کا ایک مخلص بندہ اٹھا اور اس نے ایمان کی شمع پھر روشن کی، گجراتی مسلمانوں کو شرک وگمراہی اور شیعیت کے دلدل سے نکال کر صراط مستقیم پر ڈالا اور انہیں ایمان کی حلاوت سے آشنا کیا، پھر یہی لوگ مزید آگے بڑھے اور انہوں نے دعوت وتبلیغ سے اپنے رشتہ کو استوار کیا اور اس میں ایسے لگے کہ عالمی سطح پر دعوتی میدان میں گجرات کے عالموں اور داعیوں کی شناخت قائم ہوگئی، گجرات کے مسلمانوں کی جدید تاریخ میں مولانا محمد نذیر کی غیر معمولی دعوتی جدوجہد اور ایثار وقربانی کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے بڑے نامساعد اور سخت حالات میں پالنپور میں سب سے پہلا مکتب ومدرسہ ایک مسجد میں قائم کیا، پنے عزیز ورشتہ دار کے بچوں کو لاکر الف با کی تختی اور اردو کی تعلیم شروع کرائی، لیکن انہیں سنگین خطرات کا سامنا کرنا پڑا، بعض مواقع پر مولانا محمد نذیر کے حامیوں پر سید مہر حسین کی طرف سے جان لیوا قاتلانہ حملے بھی ہوئے، بعض حضرات کی شہادت بھی ہوگئی، لیکن مولانا محمد نذیر استقامت سے اپنے کام میں لگے رہے، اور جگہ جگہ مکاتب اور مدارس قائم کرتے رہے، یتانامی بستی میں ایک بڑا مدرسہ ۱۹۲۷ء میں قائم ہوا جو ۱۹۶۰ء تک قائم رہا، مولانا محمد نذیر کے شاگرد اور مولانا عمر پالنپوری کے دادا حاجی نصیر الدین نے چھاپی میں دار العلوم قائم کیا یہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے، پھر ۱۹۵۶ء میں امداد العلوم وڈالی میں اس کے بعد پالن پور میں مدرسہ دعوۃ الحق، ۱۹۶۰ء میں مدرسہ نذیریہ کاکوسی اور پٹن میں جامعہ کنز مرغوب قائم ہوئے، مولانا محمد نذیر کا ۱۳۹۸ھ میں انتقال ہوگیا ان کے جانشین ان کے برادر خورد مفتی اکبر صاحب ہوئے، شمالی گجرات کی مومن قوم پر مولانا محمد نذیر کے بڑے غیر معمولی احسانات ہیں جو نا قابل فراموش ہیں۔

انہوں نے بڑے پیمانے پر مدارس قائم کئے، لیکن ان مکاتب ومدارس کے قیام کے باوجود ماحول میں بے دینی اور جہالت کے اثرات غیر معمولی تھے، جو طلبہ ان مدارس سے نکلتے وہ بھی بے دینی کے بحر ظلمات میں ایسے ڈوب جاتے کہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ کہاں گئے، دوسری بات یہ بھی تھی کہ گجرات میں عام مسلمانوں پر اس تعلیم کے اثرات بھی ظاہر نہیں ہو رہے تھے اگر چہ دعوت وتبلیغ کا کام گجرات میں شروع ہو چکا تھا لیکن پالن پور اور اطراف میں جماعتوں کی آمد ورفت ۱۹۵۷ء تک شروع نہیں ہوسکی تھی، پورا علاقہ تبلیغی کام سے نابلد تھا، ایسے میں کارساز مطلق نے مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری کو اس کام کے لئے پیدا فرمایا، انہوں نے اپنے مخلص معاونین اور رفقاء کی مدد سے پورے گجرات میں زبردست انقلاب برپا کردیا، ان مخلصین میں مولانا عیسیٰ محمد اور قاضی عبد الوہاب خاص طور سے ان کی دعوتی جدوجہد نا قابل فراموش ہیں، حاجی علاء الدین مرحوم اور حاجی سلیمان وغیرہ گجرات سے دہلی کے مسلسل سفر کرتے اور مرکز کے ذمہ داروں کو وہاں جماعتیں بھیجنے کا مشورہ دیتے، ان حضرات نے مومن قوم کو تقریباً سو فیصدی بدل کر رکھ دیا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے گجرات کے ایک دورے میں گجراتیوں کے بارے میں فرمایا کہ اس قوم میں چار ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دنیا کی کسی قوم میں نہیں پائی جاتی۔

پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ کھانے پینے اور رہنے سہنے میں سادگی ہے، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رسومات وبدعات نہیں، تیسری یہ کہ اپنے بچوں کو علم دین پڑھانے کی رغبت وشوق اور ذوق ہے، آپ دیہات میں مکاتب کا سلسلہ دیکھیں گے، چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ پوری قوم خوش حال ہے اور داعی حق ہے۔ مولانا محمد عمر پالنپوری اور ان کے رفقاء نے اپنی قوم کی ان ہی خصوصیات کو سامنے رکھ کر ایسی محنت کی کہ پوری دنیا میں گجرات کے داعیوں کی ایک خاص شناخت ہوگئی اور صرف ہندوستان میں نہیں جہاں جہاں گجراتی ہیں وہ اس رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، اس میں شک نہیں کہ گجرات کے عوام اور خواص دونوں نے اس میدان میں زبردست محنت کی، خود مولانا محمد عمر پالنپوری کی دعوتی زندگی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بیرونی ملکوں کے اکیاسی بار سفر کئے، بیس حج کئے اور مرکز کی مسجد میں تیس سال تک فجر بعد متصل بیانات ان کے ہوئے، وہ مولانا انعام الحسن کے معتمد علیہ اور خود ان کے الفاظ میں لسان الدعوۃ والتبلیغ تھے، مولانا عمر نے خود اپنے وطن پالن پور پر خاص طور سے اتنی زبردست محنت کی کہ اس کو میوات ثانی کہا جانے لگا، اس میں بھی کوئی شبہ نہیں

کہ مومن قوم کو اٹھانے اور پوری دنیا میں تبلیغ کے میدان میں نکالنے کا سہرا مولانا محمد عمر پالنپوری کے سر ہے، چھاپی میں ۱۹۶۳ء اور کاوی میں ۱۹۶۴ء میں جو عالمی سطح کے اجتماعات ہوئے انہوں نے پورے گجرات کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا، چونکہ عوام اور علماء دونوں دعوت وتبلیغ سے متاثر ہوئے اس لئے بڑے بڑے مدارس قائم ہونے لگے۔

گجرات کے علماء کو مدارس ومکاتب قائم کرنے اور انہیں سرگرم عمل رکھنے میں ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی طرح دشواریاں پیش نہیں آئیں، عام گجراتی مسلمانوں نے دین سے تعلق ومحبت کی بنا پر ان مدارس کی سرپرستی کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا ہے، اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو تن تنہا لاکھوں کا بجٹ اپنی جیب سے پورا کرتے ہیں، ہزاروں کی تعداد میں قائم حفظ قرآن کے مکاتب، ابتدائی مدارس اور بڑے مدارس جن کا سالانہ بجٹ بلاشبہ مجموعی طور پر کروروں روپے کا ہوگا گجرات کے مسلمان بڑی فیاضی سے پورا کرتے ہیں بلکہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے مدارس اور دینی ملی کاموں میں بھی دل کھول کر حصہ لیتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نعمتوں سے سرفراز بھی فرمایا ہے، گجرت کے مدارس اسی عمومی سرپرستی کی وجہ سے بڑے منظم، صاف ستھرے، ان کی عمارتیں شاندار اور طلبہ واساتذہ کی حالت مستحکم ہے، مدارس کی اس کثرت اور طلبہ کی تعداد میں ہر سال اضافوں کی وجہ سے دین و دعوت سے مستحکم اور مخلصانہ تعلق ہے، گجراتی مدارس کے فارغ علماء اب جنوبی افریقہ اور یورپ وامریکہ میں قائم مدارس میں تدریس وتعلیم کے لئے بلائے جانے لگے ہیں، گویا گجرات کی علمی ودینی مصنوعات پہلے کی طرح بیرونی ملکوں کو برآمد کی جانے لگی ہیں، اس طرح گجرات اپنے عظمت رفتہ کو نہ صرف بازیاب کر رہا ہے بلکہ ایسے آثار دکھائی دے رہے ہیں کہ اس ملک میں نئے اسلامی قلعوں کی تعمیر میں اس کا بنیادی رول ہوگا بشرطیکہ یہاں کے مدارس عصر حاضر کے تقاضوں سے واقف اور کلموا الناس علی قدر عقولھم کی ہدایت پر عمل پیرا رہے، اسی کے ساتھ دینی دعوت کو غیر مسلموں تک پہنچانے کے بنیادی فرائض بھی ادا کرتے رہے، گجرات کے دو منظم فسادات نے اس میدان میں غیر مسلموں کے اندر دعوتی کام کی غیر معمولی اہمیت کو اور بھی واضح کردیا ہے، شمالی گجرات کی مساجد میں اپنی ٹوٹی پھوٹی تقریروں میں اس راقم نے اسی پہلو پر زور دیا۔

جامعہ امین القرآن میں قیام کے پہلے ہی دن مولانا سیف الدین صاحب نے جامعہ امداد العلوم کا پروگرام بنا رکھا تھا جو پالن پور سے پینتیس اور احمد آباد سے ایک سو بیس کلومیٹر قصبہ وڈالی میں واقع ہے، اس جامعہ کے قیام کو نصف صدی سے زائد ہو رہے ہیں، گجرات کے عام دینی مدارس کی طرح یہ مدرسہ بھی اپنی شاندار عمارتوں اور طلبہ کی کثرت کی وجہ سے آباد اور قال اللہ وقال الرسول سے گونج رہا تھا، قصبہ وڈالی سے راجستھان کا صوبہ صرف پچاس کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

اس جامعہ کی تاریخ بھی عام طور پر قائم دینی مدارس کی طرح بالکل صفر سے شروع ہوتی ہے، مولانا ابوالخیر صاحب نے قصبہ وڈالی کے کچھ بچوں کو لے کر ایک مکان میں پڑھانا شروع کیا، اس کام میں برکت ہوئی، اللہ کے کچھ نیک بندوں نے انہیں اپنی زمین ایک دار العلوم کے قیام کے لئے وقف کرنے کا ارادہ کیا تو عملی طور پر ۱۷ر جون ۱۹۵۶ء کو یہ قائم بھی ہوگیا، دار العلوم قائم کرنے والوں کے اخلاص کی برکت دیکھنے کو اسی زمانہ میں سورت میں جمعیۃ العلماء کی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی تشریف لائے تھے، قصبہ وڈالی کے ذمہ داروں نے حضرت مدنی کو سنگ بنیاد رکھنے کی زحمت دی ان کے ساتھ مولانا عبد الجبار اعظمی اور مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہانپوری بھی تھے، اس طرح ۱۷ر نومبر ۱۹۵۶ء کو حضرت شیخ الاسلام کے مبارک ہاتھوں سے مدرسہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا، اس طرح علم دین کے عاشقوں نے آباد کر ڈالے دشت وکوہسار۔

اس وقت حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب جامعہ کے ذمہ دار اور اوہی اس کشتی کے کھیون ہار ہیں، ۱۹۷۳ء سے اب تک ان ہی سے مسند حدیث آراستہ ہے، چہرے، بشرے، چال ڈھال، سیرت وکردار، اخلاص وایثار اور تواضع فروتنی اور اخلاق کریمانہ نمایاں، حدیث شریف سے اشتغال رکھنے والوں کے چہروں پر جو خاص نورانیت جھلکتی ہے وہ ہم جیسے عامیوں کے بھی مشاہدے میں آرہی تھی، دورۂ حدیث سے اب تک پانچسو آٹھ طلبہ فارغ ہو چکے ہیں، مولانا محمد اسماعیل صاحب نے جامع امین القرآن کو بھی اپنی سرپرستی میں لے رکھا ہے، جس دن ہم پالن پور سے رخصت ہو رہے تھے اس دن کے الوداعی جلسہ کی صدارت انہوں نے فرمائی تھی۔

جامعہ امداد العلوم کے اساتذہ سے تعلیم و تربیت اور تدریس میں نفسیات اور ان کی کردار سازی میں ماحول کی رعایت کے موضوع پر دو گھنٹے گفتگو رہی، تقریباً سبھی اساتذہ نے کھلے ذہن کے ساتھ طلبہ کی علمی استعداد کو بنانے اور ماحول کے اثرات سے الگ دل و نگاہ کے سفینوں کو سنبھال کر ساحل تک پہنچانے کے موضوع پر اپنے تجربات کی روشنی میں حصہ لیا، بعض حضرات اس بات پر اصرار کر رہے تھے کہ مار پیٹ کے بغیر کام نہیں چلتا، یہ ضروری ہے جب کہ مولانا سیف الدین کا کہنا تھا کہ طالب علم کو مارنا استاذ کی ناکامی کی دلیل ہے، راقم کا کہنا تھا کہ سیرت نبوی اور حدیث کے ذخیرے میں ہمیں تعلیم وتربیت اور پڑھنے پڑھانے میں صرف شفقت ومحبت سے کام لینے کی تلقین وتذکیر کی تعلیمات ملتی ہیں، البتہ فرض نماز کی ادائیگی کے بارے میں ہدایت ہے کہ بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو ان سے گھر کے دینی ماحول کی وجہ سے یہ توقع فطری طور پر کی جاتی ہے کہ وہ سات سال کی عمر تک نماز کے عادی ہوجائیں گے، ہر بچہ اپنے والدین کو مثالی شخصیت مان کر ان کی نقل کرنا ضروری سمجھتا ہے، اگر وہ بفرض محال نماز نہ پڑھے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے، اس حکم میں تذکیر وتلقین اور وعظ ونصیحت کے بہت سے مراحل ہیں ان سے تین سال تک کام لینا ہوگا، اور صبر وضبط اور حلم وبردباری اور شفقت ومحبت کے سارے اسالیب اختیار کرنے ہوں گے

---- جاری

HAJ 2004
Rs. 70,000/-
Travelup
58,Hazratganj,Lucknow-226001
Phone : 0522-2274712
Telefax : 0091-522-2266910
E-mail :
Travelup@rediffmail.com
Mobile: 9415086659

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
SHOP:2216948
RESI: 2227443
اعلیٰ کوالٹی جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embriodered Sherwanis, Pulloers, Jackets, Kurta, Nightsuit Gowns & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور پارٹی کے لئے شاندار و خیر و تشریف لائیں۔
MENMARK
58,Halwasia Market,Hazrat Ganj.Lucknow.

M M S Since 1960
2255857
2248608(R)
M.MATEEN & SONS
(DHAGEY WALEY)
Dealers In:
Staple & Cotton
Fast Dyed Embroidry Yarn,
Cotton Waste Yean
& Guarnted Fast Dyers
28/1, Gali Parcha, Chowk, LUCKNOW-226003

2226657
Fit & Co.
Since : 1916
Specialist in
Suits & Sherwanis
Near Sardar Sons,
at Nazirabad,
Lucknow

تعمیر حیات
تعمیر حیات ایک رسالہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک ہے
اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں

عالمی خبریں

سید معید اشرف ندوی

❁ سعودی عرب میں سیاسی اصلاحات کا عمل شروع ہوگیا ہے اور شاہ فہد نے مشاورتی کونسل شوریٰ کو قانون سازی سمیت وسیع تر اختیارات دینے کی منظوری دے دی ہے، شاہ فہد نے ایک فرمان جاری کیا ہے جس میں شوریٰ کو سعودی فرمانروا کی پیشگی اجازت کے بغیر نئے قوانین بنانے کی اجازت ہوگی، شوریٰ کی اقتصادی کمیٹی کے رکن عبدالعزیز نے اسے درست سمت میں اہم قدم قرار دیا ہے، سعودی حکومت پر سیاسی و اقتصادی اصلاحات کرنے کے لئے عالمی دباؤ بڑھ رہا ہے اور حال ہی میں تبدیلی کے حق مین ملک گیر مظاہرے بھی ہو چکے ہیں۔ اس فیصلے سے پہلے تک ۱۲۰ رکنی سعودی شوریٰ صرف مشورے دینے کی مجاز تھی اور اسے قانون سازی کے اختیارات نہیں تھے۔

❁ شمالی کوریا نے الزام لگایا ہے کہ امریکی فوج نے اس کے علاقے میں صرف ماہ نومبر میں کم از کم ۱۵۰ جاسوس پروازیں کیں، اس نے واشنگٹن پر الزام لگایا ہے کہ وہ شمالی کوریا کو تباہ کرنے کے لیے موقع تلاش کر رہا ہے شمالی کوریا کے فوجی ذرائع نے کہا ہے کہ امریکہ کے یو۲، آر سی ۱۲ اور آر ایف ۴ سی جاسوس طیاروں نے پروازیں کیں۔

☆ فرانس کے صدر جیلس شیراک نے کہا ہے کہ ضروری ہوگیا ہے کہ اسکارف یا کسی اور مذہبی لبادے پر کلاس روم میں پابندی کے لیے قانون بنایا جائے۔

قصر ایلس میں عمائدین سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگلے سال تعلیمی سال کے آغاز سے پہلے یعنی ستمبر ۲۰۰۴ء سے قبل اس قانون پر عمل شروع ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ فرانس ایک سیکولر ملک ہے اور یہاں سرکاری اسکولوں میں اسلامی حجاب خواہ اسے کوئی بھی نام دیا جائے اس پر پابندی ہونی چاہئے کیونکہ یہ انتہا پسندی کے مترادف ہے، انہوں نے نام نہاد اسٹاسی کمیٹی کے ماہرین کی سفارش پر اپنے فیصلے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کمیٹی نے کلاس روم میں پابندی پر سفارش کی ہے اس سلسلے میں قانون بنایا جائے گا، فرانسیسی صدر نے ایک اور کمیٹی جس نے مسلمانوں کے عید الفطر اور یہودیوں کے یوم کیپور پر تعطیل کی سفارش کی ہے کے بارے میں کہا کہ یہ قابل عمل نہیں تاہم کسی مذہبی تہوار پر پیشگی اطلاع کے بعد چھٹی پر انتظامیہ کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

❁ سعودی عرب کے سیکریٹری حاتم قاضی نے کہا ہے کہ سعودی عرب میں حجاج کے استقبال کی تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں، اس سال اندرون اور بیرون ملک سے ۲۰ لاکھ عازمین فریضہ حج ادا کریں گے، عازمین کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ غذائی اشیاء ساتھ نہ لائیں اور گردن توڑ بخار کے حفاظتی ٹیکے لگوا کر سفر حج کریں، مدینہ ایئرپورٹ پر ایک لاکھ ۸۰ ہزار عازمین کا استقبال کیا گیا دریں اثناء پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل حج نے بتایا کہ حجاج کی رہائش کے لئے انتظامات آخری مراحل میں ہیں، ۷۰ ہزار کی رہائش کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ باقی رہائش کے انتظامات گروپ لیڈروں کی ذمہ داری بتائی گئی ہے، خادم حرمین شریفین حج ریسرچ انسٹیٹوٹ نے بتایا ہے کہ سولہ برس کے دوران ۲۹ ملین فرزندان توحید نے فریضہ حج ادا کیا ہے اور باہر سے آنے والے حاجیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے البتہ ۱۴۱۲ھ میں صرف خارجی حجاج سے داخلی حجاج کی تعداد زیادہ تھی۔

❁ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کوفی عنان نے کہا ہے کہ اسلام کو چند دہشت گردوں کی کاروائیوں سے منسوب کرنا اور پھر اس بنیاد پر فیصلہ غلط ہے، یہ بات یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہی، انہوں نے کہا کہ انفرادی طور پر مختلف ہونے کے باوجود مغربی نظریات اور اسلام میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے، انہوں نے کہا کہ گلابلائزیشن (عالمگیریت) کے باعث دنیا بھر میں امیر اور غریب کے درمیان فرق بڑھ گیا ہے جس کے باعث استحصال شدہ معاشروں میں شدت پسند سوچ پائی جاتی ہے۔ ☆☆

ممبئی کی
مشہور و معروف
مٹھائی ساز فرم
طہورا سوئیٹس
اسپیشل مٹھائیاں
❖ افلاطون ❖ نان خطائیاں
❖ ڈرائی فروٹ برفی
❖ قلاقند ❖ ملائی مینگو برفی
❖ بادامی حلوہ ❖ گلاب جامن
❖ دودھی حلوہ ❖ گاجر حلوہ
❖ کاجو کتلی
❖ ملائی زعفرانی پیڑہ
مستورات کے لئے خاص بتیسہ لڈو۔
و دیگر ہمہ اقسام کی مٹھائیاں دستیاب ہیں۔
لذیذ مٹھائیوں کے لئے
طہورا سوئیٹس®
بلاسس روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸
☎ ۲۳۰۹۱۳۱۸_۲۳۰۸۲۷۷۳